غلاموں پر شفقت

ابوذرؓ غفاری سے آپ نے فرمایا تھا: تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں، جو خود کھاؤ، انھیں کھلاؤ، جو خود پہنو، انھیں پہناؤ۔ چنانچہ اس کے بعد سے ابوذرؓ نے اپنے غلام کو ہمیشہ کھانے پہننے وغیرہ میں اپنے برابر رکھا۔

غلاموں کے لیے لفظ ''غلام'' بھی گوارا نہ تھا۔ آپ نے فرمایا: انھیں غلام یا لونڈی کہہ کر نہ پکارا کرو۔ ''میرا بچہ''، ''میری بچی'' کہا کرو۔ آپ کے پاس جو غلام آتا، اسے آزاد کردیتے۔ لیکن وہ لوگ آزاد ہوکر بھی آپ کی شفقت کی زنجیر میں جکڑے رہتے۔ زید بن حارثہؓ کا واقعہ محتاج تفصیل نہیں۔ ان کے والد اور چچا لینے کے لئے آئے اور ہر قیمت ادا کرنے کے لیے آمادہ تھے۔ آپ پہلے ہی زیدؓ کو آزاد کر چکے تھے۔ جانے نہ جانے کا معاملہ زیدؓ ہی پر چھوڑ دیا اس نے جانے سے انکار کردیا اور آپ کے آستانۂ رحمت کو والدین اور دوسرے خونی اقرباء کے ظل عاطفت پر ترجیح دی۔ محبت وشفقت کے اس اعجاز کا صحیح اندازہ کون کرسکتا ہے، جس کے سامنے قریب ترین خونی رشتے بھی بے حقیقت رہ گئے تھے؟ زیدؓ کے بیٹے اسامہؓ سے آپ کو جتنی محبت تھی، وہ اسی سے ظاہر ہے کہ بعض نہایت اہم معاملات میں اسامہؓ ہی کو آپ کی بارگاہ میں سفارش بنایا جاتا تھا اور فتح مکہ میں داخلے کے وقت اسامہؓ حضور ﷺ کے ردیف تھے۔

ایک صحابی اپنے غلام کو مار رہے تھے۔ پیچھے سے آواز آئی کہ خدا کو تم پر اس سے زیادہ اختیار ہے۔ صحابی نے مڑ کر دیکھا تو خود رسول اللہ ﷺ تھے۔ عرض کیا یا رسول اللہ میں نے اسے لوجہ اللہ آزاد کردیا۔ فرمایا: اگر تم ایسا نہ کرتے تو آتش دوزخ تمھیں چھو لیتی۔

سب سے آخری وصایا میں سے ایک وصیت یہ تھی کہ غلاموں اور لونڈیوں کے معاملے میں خدا سے ڈرتے رہنا۔ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ غلاموں کا قصور کتنی مرتبہ معاف کروں؟ آپ خاموش رہے۔ جب تیسری مرتبہ یہی گزارش کی تو فرمایا: ہر روز ستر مرتبہ''

(رسول رحمت، امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد ص ۶۸۵)

درس حدیث

وقت کو غنیمت جانو

محمد اظہر مدنی

عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس: الصحة والفراغ".
٦٤١٢، باب الصحة والفراغ ولا عيش الا عيش الآخرة"/ كتاب الرقاق/ صحيح البخاری

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں بہت سارے لوگ گھاٹے میں رہتے ہیں۔(ایک) تندرستی اور (دوسرا) فارغ وقت۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے لیے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے۔ پیدائش سے پہلے ہی جہاں اس کی تقدیر لکھ دی وہیں پر اس کو کتنے وقت کے لیے اس دنیا میں رہنا ہے اس کو بھی لکھ دیا۔ یہ ایک الگ بات ہے کہ ہم جب اپنی زندگی کی بات کرتے ہیں تو اس وقت ہمارے ذہن میں یہ بات نہیں ہوتی ہے کہ زندگی وقت سے عبارت ہے۔ اگر وقت نہیں تو زندگی نہیں۔

چنانچہ جب یہی مقررہ وقت انسان کا ختم ہوجاتا ہے تو اس کی زندگی فنا ہوجاتی ہے، وہ اس دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر جاتا ہے۔ لہٰذا اپنی زندگی کو غنیمت جانو اور اپنے وقت کی حفاظت کرو۔ دنیا فانی ہے اور اس کے دن بہت ہی لمیٹیڈ اور محدود ہیں۔ ایک انسان جب اس دنیا میں پیدا ہوتا ہے تو اس کی عمر اسی وقت سے گھٹنی شروع ہوجاتی ہے اور دل کی ہر ہر دھڑکن کے ساتھ اس کی زندگی کی ایک ایک اینٹیں کھسکنی شروع ہوجاتی ہیں اور ہر ہر سانس اس کو موت سے قریب کرنے لگ جاتی ہے۔ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلو کہ عمر بہت ہی مختصر ہے اور یہ زندگی کی محدود سانسیں ہمیشگی کی ملنے والی زندگی کا راستہ ہے۔ اس طرح مختصر اور محدود زندگی میں ہمیشگی کی زندگی کا لائحہ عمل تیار کرنا ہے اور اس ہمیشگی کی زندگی کے آرام و آسائش کا سامان جٹانا ہے۔ اگر ہم نے اس محدود زندگی کی محدود سانسوں کو لایعنی چیزوں میں خرچ کر دیا تو ہمیشگی کی زندگی عذاب و تکلیف سے دوچار ہوگی اور اگر اس مختصر زندگی کے اوقات کو صحیح کام پر لگایا اور تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق گزار کر رب کی رضا اور خوشنودی حاصل کرتے رہے تو گویا ہمیشگی کی زندگی نعمتوں سے لبریز اور سکون و اطمینان سے بھرپور ہوگی۔

چنانچہ ایک سمجھدار انسان کی یہ پہچان ہونی چاہئے کہ وہ اپنے وقت کی قیمت کو سمجھے۔ اور یہ جاننے کی کوشش کرے کہ وقت تلوار کی طرح ہے اگر تم اس کا صحیح استعمال نہیں کر سکے تو وہ تم کو کاٹ دے گی۔ اس لیے سید ولد آدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے اس کو نعمت قرار دیا اور ارشاد فرمایا کہ اکثر و پیشتر لوگ اس معاملے میں یعنی وقت کے استعمال کے تعلق سے گھاٹے میں رہتے ہیں۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا کندھا پکڑا اور ارشاد فرمایا کہ ''**كن في الدنيا كأنك غريب او عابر سبيل**'' تم دنیا میں مسافر کی طرح ہوجاؤ، یا راہ گیر کی طرح، شام ہوجائے تو صبح کا انتظار نہ کرو، اپنی صحت کو مرض سے پہلے اور اپنی زندگی کو موت سے پہلے غنیمت جانو (اور جو نیک عمل کرنا ہے اس کو وقت گزرنے سے پہلے کر گزرجاؤ) اور ایک دوسری حدیث میں یہ ذکر فرمایا کہ بروز قیامت آدمی کا ایک قدم آگے نہیں بڑھے گا یہاں تک کہ اس سے چار چیزوں کے متعلق پوچھ گچھ نہ ہوجائے۔

عن عمره فيم افناه ؟اس نے اپنی عمر کو کس چیز میں صرف کیا ہے۔؟ **وعن علمه ما فعل فيه**؟ اور اپنے علم پر کہاں تک عمل کیا۔؟ **وعن ماله من اين اكتسبه وفيم انفقه** ؟ اور اس نے اپنا مال کہاں سے کمایا اور کس چیز میں خرچ کیا؟ **وعن جسمه فيم ابلاه** ؟ اور اس نے اپنے جسم کو کس چیز میں بوسیدہ کیا؟۔ اور ایک دوسری حدیث میں ہے ''**اغتنم شبابك قبل هرمك**'' جوانی کو بڑھاپے سے پہلے غنیمت جانو۔ جوانی کے اوقات سب سے قیمتی اور کریم مانے جاتے ہیں۔ جوانی کا مرحلہ سب سے اہم مرحلہ ہوتا ہے۔ اس کا ایک ایک لمحہ نعمت سے کم نہیں ہے۔ جب یہ جوانی یونہی بغیر مقصد کے گزر جاتی ہے تو انسان کو سوائے پشیمانی اور رسوائی کے کچھ ہاتھ نہیں آتا ہے۔ اس لیے جوانی کے قیمتی اوقات کی قدر کرنی چاہئے اور اس کے شب و روز کو غنیمت تصور کرنا چاہئے یہی وہ وقت ہے جس میں انسان اپنے آپ کو اس تناور درخت کی طرح سنوار لیتا ہے جس کی شاخیں، پتیاں موسم خریف میں کھلکھلا اٹھتی ہیں اور روحانی اور جسمانی اعتبار سے پختہ، مضبوط اور ثمر آور ہوجاتی ہیں۔

وقت بہت بڑی نعمت ہے۔ جس نے وقت کو غنیمت نہیں جانا اس نے اپنی زندگی کو گنوا دیا۔ اپنے آپ کو خیر کثیر سے محروم کر دیا اور دنیا و آخرت کا گھاٹا مول لیا۔ لہذا مسلمان امت کو چاہئے کہ فارغ اوقات کو غنیمت جانے، اس کو زیادہ سے زیادہ نفع بخش بنائے۔ اور بھلائی کے کاموں میں صرف کرے، گزرے ہوئے وقت سے سبق لے، سابقہ حالات سے عبرت حاصل کرے، قرآن و سنت کی روشنی میں اپنے اوقات گزارنے کے ساتھ ساتھ تدبر و تفکر سے کام لے اور دنیا کی زیب و زینت اور اس کے مکر و فریب سے ہمیشہ اپنے آپ کو ہوشیار رکھے۔ دنیا دار الابتلاء ہے۔ آزمائش کی آماجگاہ ہے 'جیسا کروگے ویسا ہی بھروگے' کے مصداق ہے۔ لہذا موجودہ دور کے ان روشن خیال اور من چلے لوگوں کے افکار و نظریات سے اپنے آپ کو بچا کر رکھنا بیحد ضروری ہے جو اپنے فارغ اوقات کو مشغول کرنے کے لیے مختلف قسم کے بیہودہ کاموں کا سہارا لیتے ہیں اور اپنی زندگی ضائع و برباد کرتے ہیں اور اس کی دلفریب لذتوں میں پھنس کر اپنے آپ کو دھوکہ دیتے ہیں اور اس کو دل کا سکون اور جگر کا سرور تصور کرتے ہیں۔ جبکہ اس کو پتا ہونا چاہئے کہ اوقات کو صحیح جگہ استعمال کرنے سے ہی دل کو قرار و سکون نصیب ہوتا ہے۔ ہماری شریعت نے اوقات کو مشغول کرنے کا بہترین نسخہ عطا فرمایا ہے، اس پر ہمیں عمل پیرا ہو کر دنیا و آخرت کی سعادت سے بہرور ہونے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وقت جیسی عظیم نعمت کو اپنی اطاعت و فرمانبرداری میں لگانے اور دنیا جہان کی فضولیات اور لہو و لعب سے اجتناب و پرہیز کرنے کی توفیق ارزانی بخشے۔ آمین

مدیر مسئول

اصغر علی امام مہدی سلفی

مدیر

عبدالقدوس اطہر نقوی

نائب مدیر: مولانا خورشید عالم مدنی   مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی

مجلس ادارت

مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی   مولانا شہاب الدین مدنی   ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی   مولانا طہ سعید خالد مدنی   مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث	۲
اداریہ	۳
اتحاد امت کیوں اور کیسے؟	۶
تحفظ اطفال اور ہماری ذمہ داریاں	۱۱
یاد الٰہی سے غفلت کا علاج	۱۸
افواہوں کے برے اثرات	۲۱
بچوں کی تعلیم وتربیت میں بزرگوں کا کردار	۲۴
طب وصحت	۲۸
جماعتی خبریں	۲۹

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدل اشتراک

سالانہ ________ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ________ ۷/روپے
پاکستان ________ ۵۰۰/روپے

بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔۱۱۰۰۰۶

ویب سائٹ www.ahlehadees.org

ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com

جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اداریہ

ابو مصلح الکریمی

نعمت کی قدر کریں

اسلامی حکومت کی اساس وبنیاد شورائیت، رفاہیت، جمہوریت، قانون کی بالادستی، عدل وانصاف کے قیام اور تعلیم وتربیت کے انتظام وانصرام پر ہے اور اللہ تعالیٰ کی زمین پر اس کی مرضی کی تنفیذ اور بندوں کے امور ومعاملات کی حسنِ تدبیر وانجام دہی اس کے اہداف واغراض میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے اندر بایں الفاظ بیان فرمایا ہے۔ ”اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ، وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ “(الحج:۴۱) ”یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم زمین میں ان کے پاؤں جما دیں تو یہ پوری پابندی سے نمازیں قائم کریں اور زکوٰتیں دیں اور اچھے کاموں کا حکم کریں اور برے کاموں سے منع کریں۔ تمام کاموں کا انجام اللہ کے اختیار میں ہے“۔

ان اغراض ومقاصد کو خلافت راشدہ میں پوری طرح برتا گیا اور انہیں حکومت کی ترجیحات میں شامل کیا گیا۔ جس کی بدولت ملک کے اندر امن وشانتی اور خوش حالی ورفاہیت کا دور دورہ رہا، قانون وانصاف کی بالادستی تھی، حقوق انسانی کو تحفظ حاصل تھا۔ آزادی رائے وضمیر تھی، حکومت کے سارے امور شورائیت سے طے پاتے تھے، حاکم ورعیت کا کوئی فرق وامتیاز نہیں تھا۔ شیر اور بکری ایک گھاٹ پر پانی پینے لگے، حکومت کو ہر گھڑی جواب دہی کا احساس تھا اور جو اپنی انہی خصوصیات، خدمات اور حصولیابیوں کی وجہ سے محض تیس سال کے اندر روئے زمین کی سب سے بہترین اور آئیڈیل حکومت قرار پائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سقیفہ بنوساعدہ میں موجود معدود ومحدود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اتفاق سے خلیفۃ المسلمین بنائے گئے، بعد میں بیعت عامہ منعقد ہوئی۔ ان کے بعد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ امیر المومنین منتخب ہوئے جنہیں خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

نے عامۃ المسلمین کے مشورے سے نامزد فرمایا تھا۔ پھر خلیفہ ثانی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے آخری ایام میں اصحاب فضل وکمال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی چھ رکنی انتخابی کمیٹی تشکیل دے دی تھی کہ ان میں سے کسی کو مسلمانوں کے مشورے سے خلیفہ بنادیا جائے اور اس طرح سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسلمین بنائے گئے۔ اسی طرح خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کے بعد جمہور امت نے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور وہ خلیفۃ المسلمین بنے۔ ان چاروں بزرگوار پاک دل و پاکباز خلفائے راشدین کے دورحکومت میں خلافت کے سارے تقاضے پورے ہوئے اور تمام کے تمام اغراض ومقاصد بروئے کار لاکر دنیا کو ایک الٰہی ورفاہی مملکت کا قابل تقلید تصور اور عملی نمونہ پیش کیا گیا جس کو بعد کے ادوار میں بھی بعض حکومتیں اختیار کرکے امن وخوش حالی سے ہمکنار ہوئیں اور ان کو چھوڑ دینے کی وجہ سے وہ تاریخ کا حصہ بن کررہ گئیں۔

اس میں کوئی کلام نہیں کہ اسلام کا مزاج حکومت، نظام سلطنت اور تعلیمات کاملہ خلافت کے سلسلے میں ہے۔ اس حوالے سے جمہوریت اور من پسند شورائیت مشابہ بہ غوغائیت کے جو بت مختلف اذہان ومنظمات اور زعامات نے تراش رکھے ہیں اور اسے بھی ایمان واسلام اور نص قطعی اور فرمودات الٰہی و سنت نبوی کا درجہ بخش رکھا ہے اور اس کی بنیاد پر فلاں سلطنت خلافت راشدہ کی آئینہ دار ہے اور فلاں ملوکیت داغدار وسراپا تار تار ہے، کا شاخسانہ کھڑا کرنا امت کے لیے ہر دور میں باعث جدال ونزاع اور سبب قتال ونزال بنتا رہا ہے۔ یعنی مزعومہ عدل وانصاف، امن وآشتی اور انصاف پسندی وعدل گستری عین فساد، انتشار، بغاوت، انارکی اور طوائف الملوکی اور طرح طرح کی عصبیت و حزبیت کو جنم دینے کے علاوہ امت مسلمہ اور انسانیت کو کچھ اور نہیں دے سکی۔ دور اول کی حروریت، سبائیت، خارجیت اور انتہا پسندی سے لے کر آج تک کے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے منادوں نے یہی سب کچھ کیا ہے۔ عالم اسلام کی بڑی حد تک تباہی وبربادی کے بعد وقت آ گیا ہے کہ امت کے یہ ہمدرد ودردمند اور اصلاح پسند ٹھنڈے دل سے اس پر غور کریں اور منہجی وفکری غلطیوں سے بچنے

اور تلافیِ مافات کی بھرپور کوشش کریں۔ کیوں کہ اگر ملوکیت عدل وانصاف، مساوات، اقامتِ حدود وقصاص اور شعائر اللہ اور اس کے تقاضوں کو پورا کرے تو وہ اسلامی خلافت کے زمرے میں داخل ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد عام ہے اور اس میں خلافت یا ملوکیت کی تخصیص نہیں کی گئی ہے: ”اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ، وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ“۔(الحج:۴۱) ”یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم زمین میں ان کے پاؤں جمادیں تو یہ پوری پابندی سے نمازیں قائم کریں اور زکوٰتیں دیں اور اچھے کاموں کا حکم کریں اور برے کاموں سے منع کریں۔ تمام کاموں کا انجام اللہ کے اختیار میں ہے“۔

بلکہ حضرت سلیمان علیہ السلام وغیرہ انبیاء اور ذوالقرنین جیسے صلحاء کے لیے قرآن کریم میں کہیں نص صریح سے اور کہیں دلالۃ النص یا اشارۃ النص سے ملوکیت کو درشایا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ملوکیت کے باوجود اپنے سنہرے کارناموں اور اصلاحات کی وجہ سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ پانچویں خلیفہ کی حیثیت سے یاد کئے جاتے ہیں۔ اوران کے کارناموں کو خلافت یا ملوکیت کے تناظر میں نہیں دیکھا جاتا بلکہ ان کو خراج تحسین پیش کیا جاتا ہے۔

فی زمانہ مسلم ممالک میں مملکت سعودی عرب ہی وہ واحد ملک ہے جس میں ملوکیت کے باوجود ”خلافت“ کی خوبو اور روح کارفرما نظر آتی ہے۔ جس کی اساس کتاب وسنت کی تعلیمات پر استوار کی گئی ہے۔ اسلامی عبادات وشعائر کا احترام واہتمام اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر جس کا امتیازی وصف ہے۔ اسلامی حدود وتعزیرات کا بلا امتیاز نفاذ ہورہا ہے۔ تعلیم وتربیت کے جدید ترین ادارے اور ہر سطح کے دینی وعصری مدارس وجامعات قائم ہیں، ہر شہری کو تجارت وترقی کے مواقع میسر ہیں، حقوق انسانی کو تحفظ حاصل ہے۔ حدود وتعزیرات کے نفاذ کی وجہ سے جرائم کا گراف تصور سے زیادہ نیچے ہے۔ اکابر علماء پر مشتمل مجلس شوریٰ ہے۔ پیش آمدہ مسائل کتاب وسنت کی روشنی میں حل کئے جاتے ہیں۔ عدل وانصاف کے ادارے آزادنہ فیصلے کے اہل ہیں اور عام شہری ایک شہزادے کو عدالت میں گھسیٹ سکتا ہے۔ پوری دنیا میں امور مسلمین کی فکر وتدبیر کی جاتی

ہے۔ عالم اسلام اور عالمی برادری کو اخوت و بھائی چارے اور انسانیت ومحبت کی لڑی میں پرونے کا جتن ہے۔ پورے ملک میں امن وشانتی اور رفاہیت و خوش حالی ہے۔حکومت کے دانشمندانہ فیصلوں،فکرمندیوں،اقدامات اور معاشی عدل کا نتیجہ ہے کہ ساری دنیا میں آپ کو بھکاری مل جائیں گے لیکن کوئی بھی سعودی عوام بھکاری نظر نہیں آئے گا۔ حالانکہ یہ وہی بلاد حرمین ہے جہاں حاجی لوٹ لیے جاتے تھے۔ راستے غیر مامون تھے۔ طوائف الملو کی تھی۔ امن واستقرار نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔مشاعر مقدسہ پر شرک وبدعت کی موٹی کائی جمی ہوئی تھی۔ وحدت امت وانسانیت کا مظہر اللہ کا پہلا گھر حرم کعبہ بھی چار فقہی خانوں میں بٹا ہوا تھا۔ نہ تعلیمی ادارے تھے، نہ رفاہی مؤسسات قائم تھے۔لیکن اللہ تعالی کی خصوصی مدد اور توفیق سے جیسے ہی سعودی حکومت قائم ہوتی ہے کہ مرغزار عرب امن وشانتی کا گھوارہ بن جاتا ہے۔علماء وخواص مطمئن اور عوام خوش حال ہوجاتے ہیں۔ دعوت واصلاح اور تعلیم وتربیت کا غلغلہ اٹھتا ہے۔تعمیر وترقی کی نئی نئی راہیں نکلتی ہیں، حجاج ومعتمرین بیت اللہ کی راحت وآرام کا سامان کیا جاتا ہے۔ اب نہ اُنہیں لٹ جانے کا خوف ہے نہ پُر خطر وطن واپسی کے اندیشے۔ ان کو ضیوف الرحمٰن سمجھا جاتا ہے۔ بادشاہ خادم الحرمین شریفین کہلانا پسند کرتا ہے، دولت وثروت کی بہتات ہوجاتی ہے۔کبھی حجاج کی روٹی پر چلنے والی قوم دیکھتے ہی دیکھتے خیرات وعطیات کا سرچشمہ بن جاتی ہے، امور حج وعمرہ میں اصلاحات اور حجاج کی راحت رسانی کا عمل ہے کہ تسلسل کے ساتھ جاری ہے۔توسیع حرمین، مطاف ومسعی اور حرمین ٹرین اس کی زندہ مثالیں ہیں۔اور راہزنی و بداوت کی رسیا قوم آہستہ آہستہ تہذیب وتمدن آفریں بن کر ساری مہذب دنیا کو تہذیب وتمدن کا پاٹھ اور امن وشانتی کا پیغام سنانے لگتی ہے۔

لیکن اس سب کے باوجود کچھ روشن خیال اور دین پسند لوگوں کو یہ حکومت ایک نگاہ نہیں بھاتی۔ اس کے ہر حسن میں عیب ہی عیب نظر آتا ہے۔ سچ ہے:

وعين الرضا عن كل عيب كليلة
ولكن عين السخط تبدى المساويا

یہ وہ لوگ ہیں جن کو ایک ایسے نظام کا طرفدار وحصہ دار بننا تو گوارا ہے جو موجودہ دور کی تمام گندگیوں کی آماجگاہ ہے لیکن کتاب وسنت پر قائم اور اسلامی حدود وتعزیرات کو نافذ کرنے والی رفاہی حکومت غیر اسلامی لگتی ہے اور عالم اسلام کے خلاف سازش کرنے والی، لاکھوں لاکھ اپنے کلمہ گو بھائیوں کو معبود برحق اللہ جل شانہ کے سامنے سجدہ کرنے کے لیے چند انچ زمین بلکہ مسجد ومصلیٰ تک کی اجازت نہیں دینے والی، بھکمری، کسمپرسی، لاچاری اور فاقہ کشی کی وجہ سے لوگوں کو جان ہتھیلی پر لے کر سڑکوں پر نکلنے پر مجبور کرنے والی اور امور اسلامی مصالح ومفاد کا سودا کرنے والی حکومتیں پاسبانِ ملت وشریعت نظر آتی ہیں اور اسے حکومت اسلامیہ کا آئیڈیل بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟ اس پر اگر رحمت الٰہی ہم سے روٹھ رہی ہے، نعمتیں چھن رہی ہیں اور شر وفساد کا دور دورہ ہو رہا ہے تو کیا عجب ہے۔؟ دراصل انہوں نے حق کو ناحق، عدل کو ظلم اور بالعکس کو باور کرانے کے لیے ساری توانائی صرف کر رکھی ہے۔ ایسے میں حسرت موہانی کا یہ شعر یاد آتا ہے:

خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

اگر آپ بوجوہ اس کی حمایت نہیں کر سکتے تو اللہ کے واسطے اس کے خلاف غلط پروپیگنڈہ کر کے رائے عامہ کو خراب تو مت کیجئے۔ اس سے نہ صرف اس حکومت کا نقصان ہوگا بلکہ امت مسلمہ بلکہ پوری انسانیت کا عظیم خسارہ ہوگا۔ عراق ولیبیا اور شام کی مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ کاش کہ ہم سب ہوش کے ناخن لیتے اور سعودی عرب جیسی کتاب وسنت پر مبنی عدل وانصاف کی علمبردار اسلامی رفاہی وانسانی حکومت ونعمت کی قدر کرتے تو نعمتیں سدا پھلتی پھولتی رہتیں۔ "لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ""(ابراھیم:۷)"اگر تم شکر گزاری کروگے تو بیشک میں تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کروگے تو یقیناً میرا عذاب سخت ہے"۔

☆☆☆

اتحاد امت کیوں اور کیسے؟

ڈاکٹر امان اللہ محمد اسماعیل مدنی
مدرس مسجد نبوی شریف

مذہب اسلام کے مصادر اساسی قرآن وحدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت مطہرہ نے مسلمانان عالم کو اتحاد واتفاق کا حسین درس دیا ہے اور اختلاف وانتشار سے دوری واجتناب کا حکم دیا ہے۔

محترم قارئین! موضوع کی وضاحت کے لئے ضروری ہے کہ لفظ امت کا معنیٰ ومفہوم بیان کر دیا جائے۔

امت سے مراد: امت محمدیہ کی دو قسمیں ہیں:

امت دعوت: اس امت سے وہ تمام لوگ مراد ہیں جن کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث کئے گئے تھے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پوری انسانیت کیلئے مبعوث کئے گئے تھے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "**وَمَا أَرسَلنَاکَ إِلَّا رَحمَةً لِلعَالَمِينَ**" [الأنبياء : ١٠٧]۔

ترجمہ: ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

مزید فرمان الٰہی ہے: "**وَمَا أَرسَلنَاکَ إِلَّا کَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا**" [سبأ: ٢٨]۔

ترجمہ: ہم نے آپ کو پوری انسانیت کی طرف بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

امت اجابت: اس امت سے مراد وہ تمام لوگ ہیں جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا، آپ کی تصدیق کی، اور ایک اللہ کی عبادت کی گواہی دی۔

امت محمدیہ کے اس مفہوم میں وہ تمام مسلمان داخل ہیں جنہوں نے کلمہ شہادت "**أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدا رسول الله**" کی گواہی دی، چاہے وہ نیک ہوں یا فاسق وفاجر، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "**ثُمَّ أَورَثنَا الکِتَابَ الَّذِينَ اصطَفَينَا مِن عِبَادِنَا فَمِنهُم ظَالِمٌ لِنَفسِهِ وَمِنهُم مُقتَصِدٌ وَمِنهُم سَابِقٌ بِالخَيرَاتِ بِإِذنِ اللَّهِ ذَلِکَ هُوَ الفَضلُ الکَبِيرُ**" [فاطر: ٣٢]۔

ترجمہ: پھر ہم نے ان لوگوں کو اس کتاب کا وارث بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے پسند فرمایا۔ پھر بعض تو ان میں اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض ان میں متوسط درجہ کے ہیں اور بعض ان میں اللہ کی توفیق سے نیکیوں میں آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں، یہ بڑا فضل ہے۔

ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "**وَالصَّحِيحُ أَنَّ الأَقسَامَ الثَّلَاثَةَ مِن هَذِهِ الأُمَّةِ يَدخُلُونَ الجَنَّةَ**" [تفسیر ابن کثیر ٣/١٢٩]۔

ترجمہ: صحیح یہی ہے کہ آیت مذکور میں تینوں قسم کے لوگ اس امت میں داخل ہیں اور سب کے سب جنت میں داخل ہونگے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ((**من صلى صلاتنا، واستقبل قبلتنا، وأكل ذبيحتنا فذلک المسلم الذى له ذمة الله وذمة رسول الله – صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ –، فلا تخفروا الله فى ذمته**)) [صحیح بخاری حدیث: ٣٩١]۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہماری طرح نماز پڑھی اور ہمارے قبلے کا استقبال کیا اور ہمارا ذبیحہ کھایا وہ مسلمان ہے، وہ اللہ اور اس کے رسول کے ذمے میں ہے، اس لئے جو اللہ کے ذمے ہے اس کے ساتھ دھوکہ دھڑی نہ کرو اور اللہ کے عہد کو نہ توڑو۔

ان تمام نصوص کو سامنے رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام کلمہ گو مسلمان امت محمدیہ میں داخل ہیں، چاہے اس کا تعلق کسی بھی فرقے یا مسلک سے ہو بشرطیکہ وہ کلمۂ شہادت پر ظاہری وباطنی طور پر ایمان لائے اور اسکی تصدیق کرے اور اس کے مطابق عمل کرنے کا اقرار کرے۔

<u>وہ نصوص جو اتحاد واتفاق کی دعوت دیتے ہیں اور تفرقہ بازی واختلاف سے روکتے ہیں:</u> قرآن وصحیح حدیث کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ قرآن اور احادیث مصطفیٰ اتحاد واتفاق کی دعوت دیتی ہیں اور اختلاف وتنازع اور تفرقہ بازی سے سختی کے ساتھ روکتی ہیں:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "**وَاعتَصِمُوا بِحَبلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذکُرُوا نِعمَتَ اللَّهِ عَلَيکُم إِذ کُنتُم أَعدَاءً فَأَلَّفَ بَينَ قُلُوبِکُم فَأَصبَحتُم بِنِعمَتِهِ إِخوَانًا وَکُنتُم عَلَى شَفَا حُفرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنقَذَکُم مِنهَا کَذَلِکَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَکُم آيَاتِهِ لَعَلَّکُم تَهتَدُونَ**" [آل عمران: ١٠٣]۔

ترجمہ: تم تمام لوگ مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ تھام لو اور تفرقہ بازی نہ کرنا، اور اللہ تعالیٰ کی اس وقت کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی، پس تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے، اور تم آگ کے گڑھے میں پہنچ چکے تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچالیا۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لئے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تا کہ تم ہدایت پاؤ۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "**إِنَّمَا المُؤمِنُونَ إِخوَةٌ فَأَصلِحُوا بَينَ أَخَوَيکُم**

وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُم تُرحَمُونَ" [الحجرات: ۱۰]۔

ترجمہ: تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں اس لئے اپنے دو بھائیوں میں میل ملاپ کرادیا کرواور اللہ سے ڈرتے رہوتا کہ تم پررحم کیا جائے۔

ارشادخداوندی ہے:"وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفشَلُوا وَتَذهَبَ رِيحُكُم وَاصبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ" [الانفال: ۴۶]۔

ترجمہ: اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرتے رہو، اور آپس میں اختلاف نہ کرو، ورنہ تم بزدل ہوجاؤ گے اورتمہاری ہوا اکھڑ جائیگی اور صبر کرو یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: "وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاختَلَفُوا مِن بَعدِ مَا جَاءَهُمُ البَيِّنَاتُ وَأُولَئِكَ لَهُم عَذَابٌ عَظِيم" [آل عمران:۱۰۵]۔

ترجمہ: تم ان لوگوں کی طرح نہ ہوجانا جنہوں نے اپنے پاس روشن دلیلیں آجانے کے بعد بھی تفرقہ بازی کی انہیں لوگوں کے لئے بڑا عذاب ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: عَنِ النُّعمَانِ بنِ بَشِيرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: " مَثَلُ المُؤمِنِينَ فِي تَوَادِّهِم، وَتَرَاحُمِهِم، وَتَعَاطُفِهِم مَثَلُ الجَسَدِ إِذَا اشتَكَى مِنهُ عُضوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالحُمَّى [صحيح مسلم حديث: ۲۵۸۶].

ترجمہ: مسلمانوں کی آپسی پیار محبت ،رحم دلی اور تعاون کی مثال ایک جسم کی ہے، جب جسم کے کسی بھی حصے کو تکلیف ہوتی ہے تو جسم کے تمام حصے بیداری اور حرارت میں ایک دوسرے کے شریک ہوتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: عَن أَبِي مُوسَى، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: »المُؤمِنُ لِلمُؤمِنِ كَالبُنيَانِ يَشُدُّ بَعضُهُ بَعضًا«[صحیح مسلم حدیث:۲۵۸۵]۔

ترجمہ: ایک مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے لئے ایک مکان کے مانند ہے بعض کو بعض سے تقویت ملتی ہے۔

کیا شریعت اسلامیہ میں اختلاف کی گنجائش ہے؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ شریعت اسلامیہ نے اتحاد واتفاق کی دعوت دی ہے اوراختلاف وتنازع سے مختلف پیرائے میں روکا ہے۔

یہاں اس بات کا ذکر کرنا مناسب ہوگا کہ ہرطرح کے اختلاف وتنازع چاہے فقہی اختلافات ہوں یا مسلکی ،سب کے سب مذموم شئی ہے، بلکہ تمام اختلافات شر ہیں۔

اختلافات کی ترویج واشاعت کے لئے ایک منگھڑت اور باطل حدیث کا سہارا لیتے ہیں،وہ ہے" اختلاف أمتي رحمة "[الجامع الصغير للسيوطي حديث:۱۲۴۳ ، سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة -حديث :۵۷، شیخ البانی رحمہ اللہ نے موضوع قرار دیا ہے]۔

لیکن یہ حدیث بے اصل و بے بنیاد اور موضوع ومنگھڑت ہے، بلکہ اس جھوٹی روایت کی سند تک نہیں ہے۔

افسوس اس بات پر ہے کہ آج بہت سارے لوگ اختلاف وتنازع کو ہی اصل مانتے ہیں،اختلاف کی دعوت دیتے ہیں،اختلاف کورواج دینے کیلیے باطل و بے بنیاد چیزوں کا سہارا لیتے ہیں۔

ان تمام چیزوں کے باوجود یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ کیا شریعت اسلامیہ میں اختلاف کی کوئی گنجائش ہے؟

اس سوال کے جواب میں ہم بالاختصار یہ کہیں گے:

(الف) ایسے مسائل جن میں اختلاف کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں: یہ وہ مسائل ہیں جو دلیل قرآن کریم یا صحیح سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوں،اوران دلائل کا کوئی صحیح معارض بھی نہ ہو،ایسے اختلاف کرنے والوں کیلیے اللہ تعالی کا فرمان ہے: " وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاختَلَفُوا مِن بَعدِ مَا جَاءَهُمُ البَيِّنَاتُ وَأُولَئِكَ لَهُم عَذَابٌ عَظِيمٌ" [آلِ عمران:۱۰۵]۔

ترجمہ: تم ان لوگوں کی طرح نہ ہوجانا جنہوں نے اپنے پاس روشن دلیلیں آجانے کے بعد بھی تفرقہ بازی کی ،انہیں لوگوں کے لئے بڑا عذاب ہے۔

(ب) ایسے مسائل جن میں اختلاف کی گنجائش ہے: یہ وہ مسائل ہیں جن میں قرآن یا سنت صحیحہ سے کوئی نص صریح وارد نہ ہو، یا نص ایک سے زیادہ معانی کا محتمل ہو، یا جس حدیث سے استدلال کیا جارہا ہے اس حدیث کی صحت وضعف میں علماء کرام کے درمیان اختلاف ہو، یا جو مسئلہ مختلف فیہ ہے، وہ اجتہادی مسائل میں سے ہو،اگر کسی مسئلہ کا تعلق متذکرہ بالا امور میں سے ہوتو اس میں اختلاف کی گنجائش ہے، البتہ ایسے مسائل میں بھی ہم آنکھ بندکر کے کسی کے قول کو نہیں مان لیں گے، بلکہ ایسے مسائل میں بھی جس عالم کا قول قرآن وصحیح حدیث سے زیادہ قریب ہوگا اسی قول کو ماننا اوراس پرعمل کرنا ہمارے اوپر واجب ہوگا۔

اتحاد امت کیوں؟ قرآن وحدیث کوسامنے رکھنے کے بعد یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اتحاد امت ایک ضروری امر ہے،شریعت اسلامیہ یہی چاہتی ہے کہ تمام امت محمدیہ متحد ہوجائے اور اتحاد واتفاق کی لڑی میں اپنے کو پروکر زندگی گزارے،ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہو،جیسا کہ گذشتہ نصوص سے یہ بات واضح ہوچکی ہے۔

اتحاد امت کیسے ہو؟ یہ ایک اہم سوال ہے کہ اتحاد امت کیسے ممکن ہوسکتا ہے؟ قرآن وحدیث کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ہم مسلمانوں نے متفقہ شرعی اصول وضوابط کو مان لیا اوران پرعمل شروع کردی تو ان شاءاللہ ہم تمام امت محمدیہ متحد

ہو سکتے ہیں، اختلاف وتنازع سے دور ہو سکتے ہیں۔

اس لئے آئیں ان اصول وضوابط کا مطالعہ کیا جائے جن کے ذریعہ اتحادامت ممکن ہو سکے:

ا-تمسک بالکتاب والسنہ: قرآن وحدیث مذہبِ اسلام کے دو اہم مصدر ہیں، اور دونوں وحی الہی کے ساتھ ساتھ اللہ کی جانب سے نازل شدہ ہیں، اس لئے دونوں قابل حجت اور لائق عمل ہیں، قرآن وحدیث سے استدلال باعث ہدایت ہے، جبکہ دونوں کے درمیان تفریق باعث ضلالت وگمراہی ہے، اللہ تعالی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہی کو مضبوطی کے ساتھ تھامنے کی وصیت ونصیحت فرمائی ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے:" يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُم فَإِن تَنَازَعتُم فِي شَيءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُم تُؤمِنُونَ بِاللَّهِ وَاليَومِ الآخِرِ"

ترجمہ: مؤمنو! اللہ اوراس کے رسول اوراولوالامر کی اطاعت کرو، اگر تمہارے درمیان کسی چیز میں اختلاف ہوجائے تو اس اختلاف کو قرآن وحدیث کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو[النساء:۵۹]۔

اللہ تعالی مزید فرماتا ہے: وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُم عَنهُ فَانتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ العِقَابِ"

ترجمہ: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ تمہیں دیں اسے لے لو اور جس چیز سے روکیں اس سے رک جاؤ، اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک وہ سخت عذاب دینے والا ہے۔[الحشر:۷]۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:»ترکت فيكم أمرين لن تضلوا ما تمسكتم بهما: كتاب الله وسنة نبيه"[موطأ الإمام مالك حديث :۳۳۳۸، ابن حجر رحمه الله فرماتے هيں : قال مالك فی الجامع: أنه بلغه أن رسول الله – صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ – قال ذلك، وأسنده ابن عبد البر من طريق كثير بن عبد الله بن عمرو بن عوف، عن أبيه، عن جدّه، مثله سواء ، فالظاهر أن مالكا أخذه عنه، اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے مشکاۃ المصابیح میں اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے، المشکاۃ حدیث: ۱۸۶]۔

ترجمہ: تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک ان دونوں کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رہو گے کبھی گمراہ نہیں ہوگے، ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اس کے نبی کی سنت۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین قرآن وحدیث کی حجیت میں کبھی تفریق نہیں کرتے تھے، بلکہ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کتاب اللہ سے تعبیر کرتے تھے، اس سلسلے میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ کا واقعہ ام یعقوب کے ساتھ مشہور اور کافی دلچسپ ہے: عَن عَبدِ اللهِ، قَالَ: »لَعَنَ اللهُ الوَاشِمَاتِ وَالمُستَوشِمَاتِ، وَالنَّامِصَاتِ وَالمُتَنَمِّصَاتِ، وَالمُتَفَلِّجَاتِ لِلحُسنِ المُغَيِّرَاتِ خَلقَ اللهِ« قَالَ: فَبَلَغَ ذَلِكَ امرَأَةً مِن بَنِي أَسَدٍ يُقَالُ لَهَا: أُمُّ يَعقُوبَ وَكَانَت تَقرَأُ القُرآنَ، فَأَتَتهُ فَقَالَت: مَا حَدِيثٌ بَلَغَنِي عَنكَ أَنَّكَ لَعَنتَ الوَاشِمَاتِ وَالمُستَوشِمَاتِ، وَالمُتَنَمِّصَاتِ وَالمُتَفَلِّجَاتِ، لِلحُسنِ المُغَيِّرَاتِ خَلقَ اللهِ، فَقَالَ عَبدُ اللهِ: وَمَا لِي لَا أَلعَنُ مَن لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ؟ وَهُوَ فِي كِتَابِ اللهِ« فَقَالَتِ المَرأَةُ: لَقَد قَرَأتُ مَا بَينَ لَوحَيِ المُصحَفِ فَمَا وَجَدتُهُ فَقَالَ: " لَئِن كُنتِ قَرَأتِيهِ لَقَد وَجَدتِيهِ، قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: }وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُم عَنهُ فَانتَهُوا{ [الحشر:۷] " فَقَالَتِ المَرأَةُ: فَإِنِّي أَرَى شَيئًا مِن هَذَا عَلَى امرَأَتِكَ الآنَ، قَالَ: »اذهَبِي فَانظُرِي«، قَالَ: فَدَخَلَت عَلَى امرَأَةِ عَبدِ اللهِ فَلَم تَرَ شَيئًا، فَجَاءَت إِلَيهِ فَقَالَت: مَا رَأَيتُ شَيئًا، فَقَالَ: »أَمَا لَو كَانَ ذَلِكَ لَم نُجَامِعهَا.«

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالی کی لعنت ہو گودنے والی اور گودوانے والی، پیشانی کے بال اکھاڑنے والی اور اکھڑوانے والی، خوبصورتی کے لئے دانتوں کے درمیان فاصلہ کرنے والی اور اللہ کی تخلیق میں تبدیلی کرنے والی عورتوں پر، کہتے ہیں: یہ بات بنی سعد کی ام یعقوب نامی ایک عورت کو معلوم ہوئی، یہ عورت قرآن کی تلاوت کرتی تھی، یہ عورت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ اے عبداللہ! آپ نے فلاں فلاں عورتوں پر لعنت بھیجی ہیں؟ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ایسی عورتوں پر کیوں لعنت نہ بھیجوں جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے؟ اور یہ چیز اللہ کی کتاب میں بھی موجود ہے، عورت نے کہا: میں نے پورا قرآن پڑھا ہے لیکن یہ چیز مجھے قرآن میں نہیں ملی، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم نے قرآن صحیح سے پڑھا ہوتا تو تمہیں یہ ضرور قرآن میں ملتا، کیا اللہ تعالی نے یہ نہیں فرمایا؟: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ تمہیں دیں اسے لے لو اور جس چیز سے روکیں اسے چھوڑ دو، [الحشر:۷]، عورت نے کہا: میں نے ابھی اسی وقت آپ کی اہلیہ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے، عبداللہ بن مسعود نے فرمایا: جاؤ دیکھو، عورت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی کے پاس گئی لیکن اس نے اس میں سے کچھ بھی نہیں پایا، پھر وہ عورت عبداللہ بن مسعود کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میں نے کچھ نہیں پایا ہے، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر وہ یہ کام کرتی تو میں اس کے ساتھ کبھی ہم بستری نہیں کرتا۔[صحیح مسلم حدیث: ۲۱۲۵]۔

معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث دونوں اللہ کی جانب سے ہیں، دونوں قابل حجت

ہیں، دونوں کے درمیان تفریق مذموم شئی ہے، اسلئے صحابہ کرام دونوں کو ساتھ لیکر چلتے تھے اور دونوں کو قابل حجت تسلیم کرتے اور سمجھتے تھے۔

اس لئے اس پرفتن دور میں اتحاد امت اسی وقت ممکن ہوگا جب ہم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو مضبوطی کے ساتھ تھام لیں، اور قرآن وحدیث کو ہر کسی کے قول وعمل پر مقدم کرنے لگیں۔

۲-سلف صالحین کا منہج اختیار کرنا: قرآن وحدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت اسلامیہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے من وعن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک پہنچا دیا تھا، اور صحابہ کرام نے قرآن وحدیث کو کما حقہ سمجھا اور ان پر ہو بہو عمل پیرا بھی ہوئے اور انہیں اپنے بعد کے لوگوں تک پہنچا دیا، لہذا فہم سلف صالحین کے مطابق ہمارا فہم بھی ہونا چاہئے، اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر ہم قرآن وحدیث صحابہ کرام کے فہم کے مطابق سمجھتے ہیں تو ہم دنیا وآخرت میں کامیاب ہو جائیں گے اور اختلاف وتنازع سے دور ہو جائیں گے، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: فَإِن آمَنُوا بِمِثلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهتَدَوا وَإِن تَوَلَّوا فَإِنَّمَا هُم فِي شِقَاقٍ فَسَيَكفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ العَلِيمُ [البقرۃ:۱۳۷]۔

ترجمہ: اگر وہ تم جیسا ایمان لائیں تو ہدایت پا جائیں گے، اور اگر منہ موڑ لیں تو وہ صریح اختلاف میں ہیں ایسے لوگوں کیلئے اللہ کافی ہے، اور وہ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے »تفرقت اليهود على إحدى وسبعين أو اثنتين وسبعين فرقة، والنصارى مثل ذلك، وتفترق أمتي على ثلاث وسبعين فرقة « »حديث أبي هريرة حديث حسن صحيح « [سنن الترمذی حدیث:۲۶۴۰، اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے]۔

ترجمہ: یہود اکہتر (۷۱) یا بہتر (۷۲) فرقوں میں بٹ گئے اور نصاری بھی اسی طرح، اور میری امت بھی تہتر (۷۳) فرقوں میں بٹ جائے گی۔

ایک روایت میں ہے: " ألا إن من قبلكم من أهل الكتاب افترقوا على ثنتين وسبعين ملة، وإن هذه الملة ستفترق على ثلاث وسبعين، ثنتان وسبعون في النار، وواحدة في الجنة، وهي الجماعة " [سنن ابی داود حدیث:۴۵۹۷، شیخ البانی رحمہ اللہ نے حسن قرار دیا ہے]۔

ترجمہ: خبردار تم سے پہلے اہل کتاب بہتر فرقے میں بٹ گئے، اور یہ امت بھی تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، بہتر کا ٹھکانہ جہنم اور ایک جنتی، اور جنتی فرقہ کا تعلق جماعت سے ہوگا۔

وفي رواية: " إن بني إسرائيل افترقوا على إحدى وسبعين ملة، وتفترق أمتي على ثلاث وسبعين ملة كلها في النار إلا ملة واحدة « فقيل له: ما الواحدة؟ قال: »ما أنا عليه اليوم وأصحابي « [المستدرک للحاکم حدیث: ۴۴۴]۔

ترجمہ: بنی اسرائیل اکہتر فرقے میں بٹ گئے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی سب کے سب جہنمی صرف ایک جنتی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: یہ ایک جنتی فرقہ کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا: جس چیز پر میں ہوں اور میرے صحابہ کرام۔

۳-قرآن وحدیث کا علم حاصل کرنا: قرآن وحدیث میں علم حاصل کرنے سیکھنے اور سکھانے کی کافی فضیلت وارد ہوئی ہے, اللہ تعالی کا فرمان ہے: }يَرفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُم وَالَّذِينَ أُوتُوا العِلمَ دَرَجَاتٍ وَاللَّهُ بِمَا تَعمَلُونَ خَبِيرٌ { [المُجَادَلَۃ: ۱۱]۔

ترجمہ: تم میں سے جو ایمان لائے ہیں اور جنہیں علم دیا گیا ہے اللہ ان کے درجات بلند فرمائیگا، اور جو تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔

اللہ تعالی مزید فرماتا ہے:{قُل هَل يَستَوِي الَّذِينَ يَعلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الأَلبَابِ } [الزُّمَر: ۹]۔

ترجمہ: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! کیا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو علم نہیں رکھتے ہیں برابر ہو سکتے ہیں، بس عقل والے ہی نصیحت پکڑتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: »خَيرُكُم مَن تَعَلَّمَ القُرآنَ وَعَلَّمَهُ« [صحیح بخاری حدیث: ۵۰۲۷]۔

ترجمہ: تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزید فرمان ہے: »مَن يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيرًا يُفَقِّههُ فِي الدِّينِ« [صحیح بخاری حدیث: ۷۱]۔

ترجمہ: اللہ تعالی جس کسی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین اسلام کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

بلکہ شریعت اسلامیہ میں علم شرعی کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: »طَلَبُ العِلمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسلِمٍ [سنن ابن ماجہ حدیث:۲۲۴، شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے]۔

ترجمہ: علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

حق تک پہنچنے کیلیے قرآن وحدیث کا علم حاصل کرنا ضروری امر ہے، بغیر کتاب وسنت پڑھے حق تک ہماری رسائی نہیں ہو سکتی، اور جب تک ہم حق تک نہیں پہنچ سکتے اس وقت تک ہم اختلاف وتنازع کے شکار رہیں گے۔

لیکن افسوس صد افسوس! آج زمام دعوت وتبلیغ کے ٹھکیدار شرعی علوم سے کافی دور ہیں، اور ان کی نظر میں دعوت کے میدان میں شرعی علوم کے حصول کی کوئی اہمیت

نہیں ہے، جبکہ بغیر علم شرعی صحیح دعوتِ دین کا کوئی تصور ہی نہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں یہ باب باندھا ہے " بَابٌ: العِلمُ قَبلَ القَولِ وَالعَمَلِ "[صحیح بخاری ۱/۲۴]، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دعوت وعمل سے قبل علم حاصل کرنا ضروری ہے۔

۴-قرآن وصحیح حدیث کی دعوت دینا: دعوت دین کے ذریعہ ہم امت کی اصلاح کرسکتے ہیں، اسی لئے شریعت اسلامیہ میں دعوت دین کی کافی فضیلت آئی ہے، بلکہ یہی انبیاء ورسل علیہم الصلاۃ والسلام کا اہم مشن رہا ہے۔

لیکن دعوت دین کے لیے سب سے اہم وبنیادی امر یہ ہے کہ صرف قرآن کریم اورسنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت دی جائے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: اتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيكُم مِن رَبِّكُم وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَولِيَاءَ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ [الأعراف:۳]۔

ترجمہ: تم لوگ اس چیز کی اتباع کرو جو تمہارے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے، اور اللہ کے علاوہ من گھڑت اولیاء کی اتباع نہ کرو، تم لوگ بہت کم ہی نصیحت پکڑتے ہو۔

اللہ تعالی مزید فرماتا ہے: يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغ مَا أُنزِلَ إِلَيكَ مِن رَبِّكَ وَإِن لَم تَفعَل فَمَا بَلَّغتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعصِمُكَ مِنَ النَّاسِ [المَائِدَة: ٦٧]۔

ترجمہ: اے رسول! جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے پہنچا دیجئے اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو گویا کہ آپ نے اللہ کے پیغام کو نہیں پہنچایا اورآپ کو اللہ تعالی لوگوں سے بچالے گا بے شک اللہ تعالی کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔

ان دونوں آیتوں سے واضح ہوجاتا ہے کہ ہمیں صرف اور صرف قرآن وصحیح حدیث ہی کی دعوت دینی ہے۔

دعوتِ کتاب وسنت میں تین اہم چیزوں کا خیال کرنا ضروری ہے:

۱-قرآن اور صحیح سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت دینا: اہل حق کی پہچان یہ ہے کہ اہل حق دعوت کے میدان میں قرآن اور صحیح وثابت شدہ حدیث ہی کی دعوت دیتے ہیں، آج دین میں بگاڑ اور اختلاف کا اصل سبب یہ ہے کہ لوگوں نے صحیح سنت رسول کی کثرت کے باوجود انہیں چھوڑ کر ضعیف وموضوع ومنگھڑت سنتوں پر عمل کے ساتھ ساتھ انہیں سنتوں کی طرف دعوت بھی دیتے ہیں۔ جو قطعی طور پر شریعت کی نگاہ میں درست نہیں ہے۔

۲-دعوت میں احسن اسلوب کو اپنانا: دعوت دین میں اچھا اسلوب اختیار کرنا ضروری امر ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے:{ ادعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالحِكمَةِ وَالمَوعِظَةِ الحَسَنَةِ وَجَادِلهُم بِالَّتِي هِيَ أَحسَنُ}[النَّحل:۱۲۵]۔

ترجمہ: اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلائیے اوران سے بہترین طریقے سے گفتگو کیجئے۔

۳-دعوت دین میں اخلاق کریمانہ کا مظاہرہ کرنا: دعوت دین میں اخلاق حسنہ کا کافی اہم رول رہا ہے، اسی لئے اللہ تعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا ذکر فرمایا، اور دعوت کے میدان میں انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو اخلاق حسنہ کے ساتھ دعوت کا حکم دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالی کا فرماتا ہے: فَبِمَا رَحمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُم وَلَو كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ القَلبِ لَانفَضُّوا مِن حَولِكَ [آل عمران:۱۵۹]۔

ترجمہ: اللہ تعالی کی رحمت کے باعث آپ ان پر نرم دل ہیں اور اگر آپ بد زبان اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے۔

لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ آج میدان دعوت میں بدزبانی وبدخلقی کی کثرت سے ہماری دعوت کارگر ثابت نہیں ہورہی ہے۔

اگر ہم تمام کلمہ گو مسلمانوں نے گذشتہ اصول وضوابط کی پاسداری کرلی تو ان شاء اللہ امت محمدیہ متحد ہوجائیگی، اور ہر قسم کے اختلاف وانتشار سے دور نکل کر آپس میں بھائی بھائی بن جائیں گے۔

اللہ تعالی سے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! تمام امت محمدیہ کو متحد کرنے والے بنیادی اسباب ووسائل کو سیکھنے سکھانے اوران پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما، اور ہمیں قرآن وحدیث کے اصول وضوابط پر متحد کردے۔ آمین۔

وما توفيقنا إلا بالله العلي العظيم، وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين.

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی
نصابی کتابیں

چمن اسلام قاعدہ	26/-
چمن اسلام اول	20/-
چمن اسلام دوم	26/-
چمن اسلام سوم	28/-
چمن اسلام چہارم	28/-
چمن اسلام پنجم	35/-
چمن اسلام مکمل سیٹ	163/-

بموقع ۳۴ ویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس

عرفان احمد عبدالواحد صفوی
استاذ مدرسہ خدیجۃ الکبری کرشنا نگر نیپال

تحفظ اطفال اور ہماری ذمہ داریاں

بچے بنی نوع انسان کی نسل نو ہیں، دنیا کے ہر معاشرے میں بچوں کا معاشرتی اور اخلاقی مقام ہے، بہت سے ایسے امور ہیں جن میں بچوں کو بھی تحفظ درکار ہوتا ہے۔ اسلام نے بچوں کو بھی وہی مقام دیا ہے جو بنی نوع انسانیت کے دیگر طبقات کو حاصل ہے، بچے نابالغ ہوتے ہیں اس لیے بہت ساری ذمہ داریاں والدین پر عائد ہوتی ہیں، نبی اکرم ﷺ نے بچوں کے ساتھ جو شفقت اور محبت پر مبنی سلوک اختیار فرمایا وہ معاشرے میں بچوں کے مقام ومرتبہ کا عکاس بھی ہے اور ہمارے لیے راہ عمل بھی۔

اسلام میں بچوں کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ اسلام نے بچوں کے حقوق کا آغاز ان کی پیدائش سے بھی پہلے کیا ہے، بچوں کے حقوق کا اتنا جامع احاطہ کہ ان کی پیدائش سے بھی پہلے ان کے حقوق کی ضمانت فراہم کی گئی ہے دنیا کے کسی نظام قانون میں اس کی نظیر نہیں ملتی، اسلام نے معاشرے کے دیگر افراد کی طرح بچوں کو بھی زندگی کا حق قبل از پیدائش وبعد از پیدائش، تعلیم وتربیت اور دیگر تمام اہم حقوق کی ضمانت دی ہے، اسلام نے بچوں کے حقوق کی ضمانت قبل از پیدائش دے کر کامیاب معاشرہ کی بنیاد رکھی اور آئندہ کی نسلوں کی بہترین نشو ونما اور انہیں کامیاب شہری بنانے اور فعال رکن بنانے پر زور دیا، کیوں کہ جب بچوں کے حقوق محفوظ ہوں گے تو ایک مثالی تہذیب اور ایک کامیاب معاشرہ وجود میں آئے گا، اسلام نے جو حقوق بچوں کو بلا تفریق (لڑکا ولڑکی) عطاء کیے ہیں ان کی ایک جھلک یہ ہے۔

قبل از پیدائش حقوق دیے گئے حقوق یہ ہیں۔ زندگی کا حق، وراثت کا حق، تاخیر اقامت حد کا حق، وصیت کا حق، وقف کا حق۔

اسی طرح پیدائش کے بعد جو حقوق اسلام نے عطاء کیے وہ یہ ہیں۔ زندگی کا حق، آداب اسلامی سے شناسائی کا حق، حسن نام کا حق، نسب کا حق، رضاعت کا حق، پرورش کا حق، تربیت کا حق، شفقت ورحمت کا حق، عدل کا حق وغیرہ ہیں، ان سب پر مفصل بات کی گنجائش تو نہیں، تاہم چند ایک مختصراً عرض ہیں۔

تحفظ اطفال اور اسوۂ رسول: نبی اکرم ﷺ نے بچوں کے تحفظ کا خیال رکھا ہے، ان کے تحفظ کی پوری رعایت کی ہے اور وہ اصول وضوابط اپنے متبعین کو بتائے ہیں، بچوں کے تحفظ کے لئے جن پر عمل کرنا بے حد ضروری ہے، نبی اکرم ﷺ ان حالات سے غافل نہ رہے، جو بچپن میں بچوں کا تحفظ کر سکے، اللہ کی مشیت کے مطابق ان کا بدن محفوظ رہے، بڑے ہونے پر ان کا نفسیاتی تحفظ بھی ہو سکے، وہ پروان چڑھیں ان کا بدن سلامت رہے، ان کے حواس سلامت رہیں، نفسیاتی اور فکری طور پہ وہ انحراف سے محفوظ رہیں، ان بچوں کو آج کل جو بھی بدنی ونفسیاتی مسائل کا سامنا ہے، وہ انھیں نبوی تعلیمات سے غفلت کا نتیجہ ہے ہم نے نبی اکرم ﷺ کے بتائے ہوئے ان اصولوں کو پس پشت ڈال دیا ہے جن پر عمل کر کے بچوں کا ہم تحفظ کر سکتے تھے اور بچوں کے تحفظ کے لئے جن کی رعایت بے حد ضروری تھی، بچوں کے تحفظ کی خاطر جو تعلیمات نبی اکرم ﷺ نے امت کے سامنے پیش کیا ہے، ان کا ایک مختصر خاکہ درج ذیل ہے۔

۱۔ نیک اور صالح والدین: نبی اکرم ﷺ نے صالح معاشرہ کی تشکیل اور بچوں کی بہترین تربیت کے لئے جس چیز کا سب سے پہلے حکم دیا ہے وہ نیک اور صالح والدین کا انتخاب ہے، فرمایا: اذا أتاكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه الا تفعلوا تكن فى الأرض فتنة وفساد عريض مزید فرمایا: تنكح المرأة لأربع، لمالها ولحسبها ولجمالها ولدينها فاظفر بذات الدين تربت يداك (بخاری، مسلم)

۲۔ تخلیق اور تکوین سے قبل بسملہ ودعا: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لو أن أحدكم اذا أتى أهله قال: بسم الله، اللهم جنبنا الشيطن، وجنب الشيطن مارزقتنا، فقضى بينهما ولد، لم يضره شيطان أبدا (بخاری، مسلم)

نومولود کا تحفظ: اسلام نے بچوں کو سب سے پہلے جینے کا حق عطا فرمایا، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ (بنی اسرائیل: ۳۳) اور اس جان کو قتل نہ کرو جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے سوائے حق کے ساتھ۔ اسلام نے کسی ایک بے گناہ انسان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیتے ہوئے فرمایا: مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا (المائدہ: ۳۲) جس نے کسی نفس کو قصاص یا فساد کے بغیر قتل کیا گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کیا اور جس نے اسے زندہ کیا گویا اس نے تمام لوگوں کو زندہ کیا۔

انسانوں میں بچے بچیاں بھی شامل ہیں، وہ بچی جسے پیدا ہونے کا بھی حق نہیں تھا اس کے بارے میں فرمایا واذا الموؤدة سئلت بأى ذنب قتلت (جب زندہ درگور لڑکی سے سوال کیا جائے گا کہ اسے کس گناہ میں قتل کیا گیا)

معصوم بچوں کی زندگی کی حفاظت کے لئے یوں تعلیم دی وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ (الانعام: ۱۵۱) (اور تنگ دستی کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو ہم تمہیں بھی روزی دیتے ہیں اور انھیں بھی

دیں گے)دوسری جگہ فرمایا:وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَکُمْ خَشْیَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِیَّاکُمْ (بنی اسرائیل:۳۱) (اور تنگ دستی کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو ہم انھیں بھی روزی دیں گے اور تمہیں بھی دیں گے)

یعنی نومولود بچے یا بچی کا سب سے پہلا حق یہ ہے کہ ماں کے پیٹ میں نو مہینے تک اس کی پوری حفاظت کی جائے، اس کی صحت کا خیال رکھا جائے اور اس کو ہر ممکن بیماری اور خطرے سے بچایا جائے، جبکہ حقیقت حال یہ ہے کہ آج پوری دنیا نومولود بچوں کو تحفظ فراہم کرنے میں ناکام ہورہی ہے، رپورٹوں کے مطابق ہر سال ۲۰۶ ملین نومولود بچے ایک ماہ کی عمر تک پہنچنے سے قبل ہی دم توڑ دیتے ہیں، نومولود بچوں کو تحفظ فراہم کرنے میں دنیا کی ناکامی سے متعلق یونیسف نے اپنی ایک تازہ رپورٹ میں انکشاف کیا کہ دنیا بھر میں روزانہ سات ہزار نومولود بچے موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں، ابھی حالیہ دنوں میں شام میں بچوں پر جنگ، مشرقی غوط اور دمشق میں بچوں کی بڑی تعداد میں ہلاکتوں پر غم وغصے کا اظہار کرتے ہوئے یونیسیف کے ریجنل ڈائریکٹر برائے مشرق وسطیٰ اور شمالی افریقہ کا کہنا تھا، الفاظ مرنے والے بچوں ان کی ماں، باپ اور پیاروں کے ساتھ انصاف نہیں کرسکتے، ہمارے پاس ان بچوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کے لئے کوئی الفاظ نہیں۔

نومولود بچوں میں اموات کی شرح کے حساب سے ہمارا ملک سرفہرست ملکوں میں شامل ہے، ہمارے چند چھوٹے چھوٹے اقدامات اس بات کو یقینی بنا سکتے ہیں کہ بچے اپنا پہلا قدم اٹھائیں، زیادہ تر کیسوں میں بچوں کی اموات طبی وجوہات کی بنیاد پر نہیں بلکہ اس لئے ہورہی ہیں کیونکہ ان کے اہل خانہ کے پاس مناسب دیکھ بھال کے لئے وسائل دستیاب نہیں، ملک کے ماہرین صحت نوزائیدہ بچوں کی بڑھتی ہوئی اموات پر فکر مند ہیں، گو ہمارے ملک میں فی ایک ہزار بچوں کی پیدائش پر شرح اموات ماضی کے مقابلے میں کم ہوئی ہے، لیکن جب تک معیاری صحت اور اچھی دیکھ بھال کے طریقے نہیں مہیا کیے جائیں گے اس وقت تک صورت حال میں کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ صرف طبی سہولت کا ہی ہونا کافی نہیں بلکہ یہ معیاری بھی ہونی چاہیے اور دیکھ بھال کے طریقے بھی بہتر ہونے چاہئیں، پیدا ہونے کے بعد اس کی صحت کا پورا خیال رکھا جائے، اسے ایسا ماحول فراہم کیا جائے جہاں بیماریاں پیدا ہونے اور لگنے کا احتمال کم سے کم ہو، پورے گھر میں حفظان صحت کے اصولوں کا خیال رکھا جائے، اسے ماں کا دودھ وافر مقدار میں اور بغیر کسی رکاوٹ کے ملتا رہے، اسلام نے بچے کی ابتدائی دنوں سے اس کے خوراک کا بھی حکم دیا ہے، پیدائش کے بعد بچے کو اپنی حفاظت اور افزائش کرنا اور خوراک کا اہتمام کرنا ناممکن ہی ہے، اللہ تعالیٰ نے ماں کے اندر بچے کی قدرتی محبت وشفقت کا جذبہ موجزن کیا ہے، اسی جذبہ کی وجہ سے ہی ماں بچے کو دودھ پلانے پر تیار ہوجاتی ہے اور اسلام نے عورت پر واجب قرار دیا ہے کہ وہ دوسال تک بچے کو دودھ پلائے، اس کے ساتھ ساتھ اسے ماں کا لمس اور ماں کی گود ابتدائی دوسال میں مستقل ملتی رہے، سائنسی طور پر یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ ابتدائی دوسال میں ماں کا دودھ اور ماں سے بدنی تعلق بچے کی صحت مند نشو ونما کے لئے بہت ضروری ہیں۔

۳۔تحنیک اور برکت کی دعا: نبی کریم ﷺ کے پاس بچے لائے جاتے تھے اور آپ ان کے لئے تحنیک کرتے اور برکت کی دعا کرتے۔

۴۔**اچھے نام کا انتخاب**: اچھا نام بچوں کے دلوں میں خوشی ومسرت کا احساس دلاتا ہے دوسروں کے لئے نیک فال بھی ثابت ہوتا ہے، بنابریں والد پر ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد کا اچھا نام رکھے، کوئی ایسا نام نہ اختیار کرے جس کی بنا پہ اولاد کو ہمیشہ خجالت وندامت اور شرمندگی کا احساس ہوتا رہے، عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے: كان رسول الله ﷺ يتفاء ل ولا يتطير ويعجبه الاسم الحسن وقد سمى ابن الزبير وابن طلحة بعبدالله لأنه أحب الأسماء الى الله.

۵۔**گندگی کی صفائی**: عقیقہ کے دن آپ نے بچوں کے سر سے گندے بال صاف کرنے کا حکم دیا ہے، آپ نے فرمایا: احلقي رأسه ایک روایت میں ہے: أمر أن يماط عن رؤسهما الأذى

۶۔**ختنہ**: شریعت نے اسے انبیاء کی سنت قرار دی ہے، اب دور جدید میں طبی وسائنسی تحقیقات سامنے آنے کے بعد غیر مسلمین کی ایک بڑی تعداد اس جانب متوجہ ہوئی ہے۔

۷۔**بے وقت شام کھیلنے کی ممانعت**: نبی کریم ﷺ نے بے وقت شام بچوں کو باہر نکلنے کی اجازت دینے سے والدین کو منع کیا گیا ہے اور گھروں میں روکنے کی رہ نمائی فرمائی ہے، شیاطین اس وقت باہر نکل کر منتشر ہوتے ہیں جس کی بنا پر بچوں کو تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

۸۔**اچھی اور بہترین ترتیب**: اس طرف بھرپور توجہ کی شدید ضرورت ہے، تبھی اس کی دینی ودنیاوی حفاظت ممکن ہے، والدین کی تربیت کا بچوں کے اخلاق وعادات پہ سب سے زیادہ اثر ہوتا ہے لہٰذا اس جانب توجہ لازمی ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: من حق الولد على والده أن يحسن اسمه ويحسن أدبه وتعليمه.

بنابریں ماں اور باپ بچوں کی تعلیم وتربیت پر بھرپور توجہ دیں، یہی تعلیم وتربیت بچے کے لئے مستقبل میں نہایت اہم ثابت ہوتی ہے، بچوں کے حقوق کے اعتبار سے پروردگار نے انتہائی لطیف اور جذباتی پیرائے میں ماں باپ دونوں کو متوجہ کیا ہے: هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا فَلَمَّا تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ (الاعراف: ۱۸۹:۷) ''وہ اللہ ہی ہے جس نے تم (مرد وعورت) کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے تمہارا جوڑا بنایا

تا کہ تم (مرد وعورت) میں سے ایک دوسرے کے پاس سکون حاصل کرے، پھر جب شوہر نے بیوی سے قربت کی تو اس کو ہلکا سا حمل رہ گیا، سو وہ اس کو لیے ہوئے چلتی پھرتی رہی، پھر جب وہ بوجھل ہوگئی تو دونوں میاں بیوی پروردگار سے دعا کرنے لگے کہ اگر تو نے ہم کو صحیح وسالم اور نیک اولاد دے دی تو ہم تیرے شکر گزار رہوں گے۔

دعا کرنے میں یہ مفہوم ومعنی بھی آپ سے آپ شامل ہے کہ مرد وعورت دونوں یہ پوری پوری کوشش کریں گے کہ ان کے ہاں اولاد صحت کے اعتبار سے ماں کے پیٹ میں ولادت کے وقت اور ولادت کے بعد بالکل صحیح وسالم ہو اور وہ اس کی ایسی تربیت کریں جس سے وہ ہر اعتبار سے ایک نیک اور باشعور انسان اور مسلمان بنے۔ اسی طرح کئی روایات میں بھی ان امور کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ بیہقی کی روایت کے مطابق نبی ﷺ نے فرمایا: بیٹے کا باپ پر یہ حق ہے کہ باپ اپنے بیٹے کی اچھی تربیت کرے اور اس کو اچھا نام دے۔ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اپنی اولاد کو مال دار چھوڑنا اس بات سے بہتر ہے کہ وہ معاشرے پر بوجھ بنیں اور لوگوں کی خیرات پر پلیں۔

ترمذی اور طبرانی کی ایک اور روایت کے مطابق نبی ﷺ نے فرمایا: ایک باپ اپنے بچے کے لیے ورثے میں اچھی تربیت سے بہتر کوئی چیز نہیں چھوڑتا۔ بیہقی کی ایک روایت کے مطابق نبی ﷺ سے پوچھا گیا۔ یارسول اللہ! کیا بچے کا ہم پر ایسا ہی حق ہے جیسا کہ ہمارا ان پر ہے، آپ نے فرمایا ہاں۔ والد پر بچے کا یہ حق ہے کہ وہ بچے کو لکھنا، تیرنا اور تیراندازی سکھائے اور بچے کے لیے صرف اور صرف پاکیزہ اور عمدہ کھانا فراہم کرے۔

۹۔ عدل وانصاف: ہمارا معاشرہ بنیادی طور پر مردوں کا معاشرہ کہلایا جاتا ہے، آج کے جدید دور میں بھی بچوں کے حقوق کی بات کی جاتی ہے تو فوراً لڑکا ہی ذہن میں آتا ہے، ہم میں سے ہر ایک اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر کہے کہ ہم اپنے قول اور فعل سے لڑکا اور لڑکی میں تفریق نہیں کرتے کیا؟ لیکن اسلام نے کبھی یہ تفریق نہیں کی۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس کی دو بیٹیاں ہوں اور وہ انہیں جوان ہونے تک کھلاتا پلاتا رہے تو وہ دونوں اسے جنت میں لے جائیں گی۔ اس طرح کی اور بھی احادیث ہیں۔ اس حدیث میں صرف کھلانے پلانے کی بات ہے جس کا اتنا بڑا اجر ہے۔ بچیوں کی تعلیم وتربیت اور ان کے دیگر مسائل کا حل کرنے والے باپ بھائی کو کتنا اجر مل سکتا ہے اس کا صرف اندازہ ہی کیا جاسکتا ہے۔

صحیح بخاری، مسند احمد بن حنبل اور ابوداؤد کی روایت کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنے بچوں کے درمیان انصاف سے کام لو، جیسا کہ تم خود اپنے لیے پسند کرتے ہو کہ وہ تمہارے ساتھ انصاف سے کام لیں'' امام بیہقی کی ''شعب الایمان'' کی ایک روایت کے مطابق حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا ''ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھا تھا کہ اس کا بیٹا آیا، اس نے بیٹے کو بوسہ دیا اور اپنی گود میں بٹھالیا، پھر اس کی بچی آئی جسے اس نے اپنے سامنے بٹھالیا، نبی ﷺ نے فرمایا: تم نے ان دونوں (بیٹے اور بیٹی) کے درمیان برابری سے کیوں کام نہیں لیا'' گویا بیٹا ہو یا بیٹی، دونوں کی تعلیم، تربیت، صحت حتیٰ کہ ان کے ساتھ محبت کا برتاؤ بھی ایک جیسا ہونا چاہیے۔

اولاد کے مابین مساوات بے حد لازمی وضروری ہے، بہ صورت دیگر بچہ نفسیاتی مریض اور اداس ہو جاتا ہے پھر وہ صحیح رفتار سے پروان نہیں چڑھتا، ڈپریشن کا شکار ہو جاتا ہے، بیماریاں اسے چہار جانب سے گھیر لیتی ہیں اسی طرح اخلاقی طور پہ بھی وہ دائم المرض ہو جاتا ہے، چڑچڑا، بدکردار اور بے راہ رو ہو جاتا ہے، والدین کی عزت نہیں رہ جاتی، گھر سے باہر نکل کر غلط صحبت میں پڑ کر بگڑ جاتا ہے، جرائم کی راہ پہ نکل کر ملک ومعاشرہ کے لئے ناسور بن جاتا ہے، بنابریں ان عواقب کو مدنظر رکھ کر ہماری ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم اپنی اولاد کے مابین انصاف سے کام لیں، تا کہ اس کا مستقبل محفوظ رہے، ہم خود ہی اس کا مستقبل تباہ کرنے کے ذمہ دار نہ بنیں۔

۱۰۔ مالدار غیر محتاج بناکر چھوڑنا: نبی اکرم ﷺ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا: فانك أن تذر ورثتك أغنياء خير من أن تذرهم عالة يتكففون الناس.

۱۱۔ تمام حالات میں نرمی: نرمی ہر حال میں بہتر اور قابل تعریف شئی ہے، بے شمار مقامات پہ نبی کریم ﷺ نے امت کو نرمی برتنے کا حکم دیا ہے، بنابریں ہمارے بچے جو کم سنی کے باعث سب سے کم زور ترین مخلوق ہوتے ہیں ہماری توجہ وعنایت کے سب سے زیادہ مستحق ہوتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے خود عملی طور پہ ثبوت پیش کرکے امت کے لئے بہترین نمونہ چھوڑا ہے، پھر چاہے وہ بوسہ دینا ہو یا پھر نواسوں کو گود میں اٹھا کر نماز پڑھنا ہو۔ بچوں سے شفقت کا برتاؤ نہ کرنے پہ آپ نے فرمایا تھا: أو أملك لك أن نزع الله من قلبك الرحمة بلکہ بچوں کے رونے کی آواز سن کر آپ اپنی نماز مختصر کر دیا کرتے تھے، بہ ہر حال بچوں کے تئیں شفقت ونرمی ضروری ہے۔

۱۲۔ دس سال سے کم عمر میں پٹائی کی عدم اجازت:
شریعت میں دس سال سے کم عمر پہ بچوں کو مارنے یا ان کی پٹائی کرنے کے سلسلہ میں کوئی ثبوت نہیں ملتا، ہاں نماز جیسے دین کے سب سے اہم کام پہ مارنے کا حکم تو دیا گیا لیکن وہ بھی دس سال سے پہلے نہیں، فرمایا: مروا أولادكم بالصلوة وهم أبناء سبع سنين، واضربوهم عليها وهم أبناء عشر سنين اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس سے قبل ان کو مارنا پیٹنا درست نہیں ہے، کیوں کہ نماز سے اہم کوئی چیز نہیں، نہ دین کی، نہ دنیا کی۔ تعجب ہے ان والدین پہ جو چھوٹی چھوٹی باتوں کو لے کر، تھوڑا سا نقصان ہو جانے پر، برتن ٹوٹ جانے پر، کپڑے گندے ہونے پر بچوں کی پٹائی شروع کر دیتے ہیں اور کچھ بھی درد محسوس نہیں کرتے۔

دس سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد اگر بچے کو تنبیہ کے طور پر مارنا ہے تو بھی سخت پٹائی یا چہرہ پہ مارنے سے باز رہنا چاہیے، ایسی مار درست نہیں ہے جو انھیں جسمانی طور پہ

معذور کردے۔

۱۳۔بچے کے لئے خیر کی دعا: بچوں کے تحفظ کے سلسلہ میں سب سے اہم چیز ان کے لئے دعا کرنا ہے یعنی ان کو اللہ کے حفظ وامان میں دے دینا ہے اور اللہ سے بڑا محافظ کون ہے، لہٰذا والدین کو اپنی اولاد کے حق میں ہمیشہ دعائے خیر کرتے رہنا چاہیے، خصوصا والد کو کیوں کہ والد کی دعا اپنی اولاد کے حق میں رد نہیں ہوتی فرمایا: ثلاثة لاترد دعوتهم دعوة المظلوم، ودعوة المسافر، ودعوة الوالد لولده دوسری روایت میں ہے: ودعاء الوالد لولده مستجاب.

۱۴۔اطفال کے لئے دم: ایک مسلمان والد کو اپنے بچوں پہ اللہ کی پناہ مانگنے والی دعائیں پڑھ پڑھ کر ان پہ دم کرنا چاہیے، خصوصا جب کسی نئی جگہ جائیں، اسی طرح صبح وشام بھی ان پہ دم کرنا چاہیے۔ اس بابت نبی کریم ﷺ سے کئی دعائیں منقول ہیں۔

۱۵۔بددعا سے اجتناب کا حکم: گزشتہ روایت کی بنیاد پر والدین کو بھول کر بھی اپنی اولاد پر بددعا نہیں کرنا چاہیے، اس سے ان کا مستقبل بلکہ ان کی زندگی خطرہ سے دوچار ہوجائے گی، غصہ اترنے پر آپ کف افسوس ملتے رہ جائیں گے۔

جسمانی تحفظ: بچہ ہماری زندگی ہے جس کے لیے ہم (والدین) ہر پریشانی برداشت کر لیتے ہیں، اگر بچے کو معمولی سی خراش بھی آجائے تو وہ ہمارے لیے بہت زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہے اس لیے والدین کو بچوں کی تربیت میں ہر وقت چوکنا رہنا چاہیے بچے کی بڑھتی عمر پیدائش سے لے کر بڑھاپے تک مختلف مراحل سے گذرتی ہے، اس دوران بچے کے ساتھ ہونے والے تجربات روزمرہ معمول بن جاتے ہیں والدین کی جانب سے بچوں کے معاملے میں برتی گئی معمولی سی کوتاہی بچہ کسی ایسے حادثہ کا شکار ہوسکتا ہے جو اس کے لیے زندگی بھر کا روگ بن جائے، اس لیے والدین کو بچوں کی تربیت اور نگہداشت میں بے حد احتیاط کرنی چاہیے اور بچے کو کبھی بھی اپنی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دینا چاہیے، مثلا باورچی خانہ کو لے لیجئے بچہ ناسمجھ ہوتا ہے بنابریں ہماری ذمہ داری ہوتی ہے کہ ان کی حفاظت کا خیال رکھیں۔

شرارتیں بچپن کا حصہ ہوتی ہیں، مگر بچوں کی ان شرارتوں پر نظر رکھنا والدین کی ذمہ داری ہے، کیونکہ شرارت ہی شرارت میں بعض اوقات ایسا نقصان ہوجاتا ہے جو ساری زندگی کے لیے والدین کو اذیت سے دوچار کر جاتا ہے، بچوں کے معاملے میں درج ذیل باتوں پر عمل کیا جائے تو گھر والے پریشانی سے کسی حد تک بچ سکتے ہیں، اس بابت درج ذیل اقدامات کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔

بے جا باہر نکلنے کی عادت: اگر بچے کا باہر نکلنے کی عادت ہے، تو اس کی عادت ختم کرنے کی کوشش کریں، کوشش کریں کہ والد صاحب کے ساتھ ہی بچے گھر سے باہر نکلیں یا کہیں کھیلنے جائیں، اس کے دوستوں پر نظر رکھیں، آج کل اغوا برائے تاوان یا اغواء کے بعد زیادتی کی وارداتوں کی کثرت ہے ایسے بچے بھی اکثر موت کا شکار ہوجاتے ہیں۔

بچوں کا نقصان دہ کھیل کھیلنا: اس بات پر غور کریں کہ بچے ایسا کھیل نہ کھیلیں جو ان کے لیے نقصان کا سبب بن جائے، جیسے دیوار وغیرہ پر چڑھنے کی کوشش کرنا یا پانی، گیس وغیرہ کے پائپ سے لٹکنے کی کوشش کرنا کہ ادھر ہاتھ پھسلا اور ادھر ان کو شدید نقصان ہوا اور یہ نقصان بعض اوقات کسی بڑے سانحہ کا سبب بن سکتا ہے۔

بچوں کا پانی سے کھیلنا: چھوٹے بچوں کو پانی کے ساتھ کھیلنے کی عادت ہوتی ہے ایسے وقت میں ان پر نظر رکھنا بے حد ضروری ہے، ایک گھر میں ایک بچہ باتھ روم کے ٹب میں مردہ پایا گیا، وجہ یہ بنی کہ باتھ روم سے پاؤں پھسلا اور سر پر چوٹ لگی اور پانی کے ٹب میں ڈوبنے کی وجہ سے سانس بند ہوگئی۔

بچوں کا گیٹ کھول کر باہر سڑک پر نکل جانا: اس سے کوئی بھی ناخوشگوار واقعہ جنم لے سکتا ہے، بچوں کا ایکسیڈنٹ ہوسکتا ہے، گھر کا دروازہ ٹھیک سے لاک رکھیں، بچوں کو گھر کے اندر کھیلنے کی عادت ڈالیں، اور گاڑیوں کی آمدورفت والے روڈ پر کبھی بھی بچوں کو اکیلے نہ جانے دیں۔

گھر میں بندھی ہوئی رسیاں: اگر کپڑے لٹکانے والی یا اور کوئی رسی اس پوزیشن میں ہے کہ بچے کے گلے کا پھندا بن جائے یا کسی اور طرح نقصان کا سبب بن سکے تو فورا اس کو درست کیجئے۔

زہریلی ادویات وغیرہ: گھر میں چوہے مار ادویات یا فینائل کی گولیوں وغیرہ کو کسی ایسی جگہ رکھنا چاہیے جو بچوں کی پہنچ سے دور ہوں، کچھ والدین لاپرواہی کا مظاہرہ کرتے ہیں، گھٹنوں کے بل چلنے والے بچے ان کو منہ میں ڈال لیتے ہیں جس سے ان کے جسم میں زہر پھیل جاتا ہے، کہا جاتا ہے یہ سب سے بڑی وجہ دریافت ہوئی ہے جس کی وجہ سے بچے اموات کا شکار ہوتے ہیں۔

بجلی کی ننگی تاریں اور لٹکے ہوئے سوئچ: بچے تو کھلونا سمجھ کر ان سے کھیلیں گے اور پھر کرنٹ لگنے کی صورت میں بچے کو ہونے والے نقصان کو ہر ذی شعور سمجھ سکتا ہے، اسی طرح ہیٹر چل رہا ہو یا جلتے ہوئے چولہے کے پاس بچے جا ہی نہ سکیں، اس کا خاص خیال ہونا چاہیے۔

غیر محفوظ سیڑھیاں اور چھتیں: سیڑھیوں پر جنگلے ٹھیک سے نہیں لگے ہوتے ہیں یا بالکل نہیں لگے ہوتے، اور چھت کے اوپر ایسی آڑ نہیں ہوتی جو بچوں کو نیچے گرنے سے بچا سکیں، ایسے میں بچے شرارت کرتے کرتے کئی بار اونچائی سے گر جاتے ہیں۔

بھاری اوزار وغیرہ کا غیر محفوظ جگہ ہونا: کئی بار بچے یہ بھاری اوزار اٹھا کر ان سے کھیلنے لگتے ہیں اور اس سے آپس میں لڑ پڑتے ہیں

، یہ بھاری اوزاران کے بڑے نقصان کا باعث بن سکتے ہیں۔

طبیعت کی خرابی پر لاپرواہی کرنا: بچے کو کوئی بیماری ہو تو غفلت نہیں برتنا چاہیے کہ خود ہی ٹھیک ہوجائے گی، بعض اوقات بروقت تشخیص نہ ہونے کی وجہ سے بیماری اتنی بڑھ جاتی ہے کہ بچوں کے لئے ناقابل تلافی نقصان کا سبب بن جاتی ہے۔

تیز دھار آلات جیسے چھری کانٹے اور ماچس وغیرہ ہمیشہ بچوں کی پہنچ سے دور رکھیے، سوئچ بورڈ پر ٹیپ لگایئے تاکہ بچے اپنی انگلیاں اس کے سوراخوں میں نہ ڈالیں، کیمیکل والی تمام بوتلیں بلند جگہ پر رکھیے، کانچ کے گلاس اور پلیٹیں بھی بچوں کی پہنچ میں نہیں ہونی چاہیے فریج کو لاک کرکے رکھیے، باورچی خانے کے فرش پر میٹ، چٹائی، بچھایئے، کھانا پکاتے وقت چھوٹے بچے کو جھولے میں ڈال دیجئے ہمیشہ پیچھے والے چولھے پر کھانا پکایئے، فرائی پین اور دیگچے ہمیشہ ڈھانپ کرر کھیے، کوڑے دان کا ڈھکن بند رکھیے، سلنڈر کو کھانا پکانے کے بعد ہمیشہ بند کردیجئے۔

اسی طرح لاونج کو لے لیجئے: اگر لاونج میں سیڑھیاں ہوں تو سیڑھیوں پر کوئی رکاوٹ لگایئے، تاکہ چھوٹے بچے سیڑھیوں سے نیچے نہ گر پڑیں، کھڑکیوں میں جالی لگایئے، بالائی منزل کی کھڑکیاں بند رکھیے، لاونج میں شیشے کی میز کی جگہ لکڑی کی میز رکھیے، تمام فرنیچر کے کنارے گول ہوں، نوکیلے کنارے والی میز کرسیاں بچوں کے لیے محفوظ نہیں، ٹی وی اور مانیٹر سکرین بچوں کی پہنچ سے دور رکھئے اور اونچی جگہ لگوایئے، کانچ کے برتن بھی اونچی جگہ پر رکھیے، گرم مشروبات میز پر نہ رکھیے، لاونج میں آتش دان ہو تو اس کو ڈھک کرر کھیے، سوئچ بورڈ پر ٹیپ لگایئے، تاکہ بچے اس کے سوراخوں میں انگلی نہ ڈال سکیں، نمایاں تاروں اور چارجر کی لیڈ کو چھپا کرر کھیے، ٹیرس اور بالکنی کا دروازہ بند رکھیے، میز اور صوفے کھڑکیوں سے دور رکھیے، لیمپ نیچے رکھنے کے بجائے دیوار پر نصب کروایئے، ہیٹر کو بلند جگہ پر رکھیے تاکہ بچے چھو نہ سکیں، زہریلے پودے مثلاً کروٹن وغیرہ گھر کے اندر رکھنے سے پرہیز کیجئے۔

جنسی تحفظ: آج کل ایک عجیب وغریب صورت حال کا سامنا ہے، جو ہمارے سماج کے لئے بڑا المیہ ہے وہ یہ کہ کم سن بچوں وبچیوں کے ساتھ زیادتی، جنسی تشدد، ریپ اور قتل کے واقعات مسلسل پیش آرہے ہیں، رپورٹ کہتی ہے کہ ایشیا میں ہر برس دس لاکھ سے زائد بچوں کو جنسی تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے، خود ہمارے ملک میں بھی بچے بچیاں جنسی تشدد کا شکار ہورہے ہیں عوام نعروں، جب کہ حکمران من کی بات کرنے، بھاشن دینے اور خواب دکھانے میں مصروف عمل ہیں، ادارے شائنگ اسٹار بننے کی دوڑ میں ہیں، اور میڈیا ریٹنگ کے چکر میں الجھا پڑا ہے، کوئی شہر، گاؤں، محلّہ گلی کوچہ ایسا نہیں جہاں بچے بچیاں اپنے قریبی رشتوں کی ہوس کا نشانہ نہ بنتے ہوں، حیوانیت کا یہ کھیل آج سے نہیں جب سے انسان کی تخلیق ہوئی ہے، یہ شیطانی کھیل جاری ہے، شیطان انسان کے ساتھ سائے کی طرح چمٹا ہوا ہے، بچپن کے غیر اخلاقی حادثات انسان کی پوری زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

ماؤں سے گزارش ہے کہ بچوں سے دوستی کا رشتہ رکھیں، انہیں اعتماد میں لیں، لڑکا ہے یا لڑکی، ان پر کڑی نظر رکھیں، صرف لڑکی کی عصمت ہی حساس معاملہ نہیں، لڑکے کی عزت کا معاملہ بھی انتہائی حساس ہے، بچوں کے معاملہ میں کسی پر اعتبار نہ کریں، بچوں کو کسی کے پاس تنہا چھوڑنے کا رسک مت لیں، یہاں سگے رشتوں سے اعتبار اٹھتا جارہا ہے اور غافل مائیں ٹیچر، مولوی، ڈرائیور، مالی، ملازم، ملازمہ پر اعتبار کرلیتی ہیں، مائیں ملازموں کے پاس بچے چھوڑ کر چلی جاتی ہیں، دوستوں کے گھروں میں جانے کی اجازت دیتے وقت بھول جاتی ہیں کہ دوست یا اس کے گھر کے افراد میں کوئی اس کے بچے کو ہوس کا نشانہ بنا سکتا ہے، اگر بچوں کو سنبھال نہیں سکتیں، انہیں وقت اور توجہ نہیں دے سکتیں تو اس کا نقصان اور خمیازہ ان کو ہی اٹھانا پڑتا ہے، اولاد کی دینی واخلاقی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری والدین پر عائد ہوتی ہے، اپنے لڑکے کی بھی لڑکی کی طرح حفاظت کریں، صرف مردوں سے ہی نہ بچائیں بلکہ کسی ماسی، آنٹی، ہمسائی یا ملازمہ پر بھی بھروسہ نہ کریں، ماں کی زندگی کا ہر لمحہ امتحان اور آزمائش ہے۔

والدین کو اصلاح کی ضرورت ہے، مائیں اپنی جان چھڑانے کے لئے بچوں کو ٹی وی کھول دیتی ہیں، اور خود فون پر گپ شپ میں مصروف ہوجاتی ہیں یا پھر خود ڈرامے دیکھنے بیٹھ جاتی ہیں، باپ بھی موبائل فون یا لیپ ٹاپ میں مشغول رہتے ہیں، سمارٹ فون اور انٹرنیٹ کا سرطان غریب اور دیہی علاقوں تک پھیل چکا ہے، بچے تو درکنار اکثر ماں یا باپ بھی کمرے بند کئے ''مشغول'' ہیں، جب تک اولاد کی شادی نہ کردی جائے اولاد کی عصمت کی حفاظت والدین کی ذمہ داری ہے، مشرقی معاشرے میں شرمناک واقعات کو تسلیم کرنا موت کی طرح ہے، جس طرح انسان بندوں کو اپنے سامنے مرتا دیکھتا ہے لیکن پھر بھی یقین نہیں کرتا کہ اسے بھی ایک دن مرنا ہے اسی طرح لوگوں کے شرمناک واقعات ''استغفر اللہ'' کہہ کر سنتا رہتا ہے مگر یقین نہیں کرتا کہ ایسا کوئی شرمناک واقعہ خود اس کے گھر میں بھی ہوسکتا ہے یا ہوچکا ہے، موت تو سب کے سامنے دم نکال لیتی ہے لیکن عصمت بند کمروں میں دم توڑ جاتی ہے اور یہ وہ موت ہے جس میں انسان روز مرتا ہے۔

ہمارا مستقبل، ہمارے بچے کتنے بڑے خطرے سے دوچار ہیں، بچوں سے زیادتی، تشدد، ریپ کیسیز Cases میں مسلسل اضافہ، قانون نافذ کرنے والے اداروں کی کارکردگی پر سوالیہ نشان ہے، حکومت کو ایسے واقعات کی روک تھام کے لیے قانون بنا کر سخت ترین سزا کا اجرا کرنا ہوگا، یہ واقعات صرف سخت ترین سزا سے روکے جاسکتے ہیں، عبرتناک طریقہ سے سرعام پھانسی، سرعام قتل کرنا جس کی ایک صورت ہوسکتی ہے، قطع نظر اس سے کہ معاشرے پر اس کے مضر اثرات مرتب ہوں گے، ہاں البتہ مثبت اثرات ضرور مرتب ہوں گے، یہ سزا وحشیانہ اس وقت لگتی ہے جب مجرم کی

نفسیات سے دیکھا جائے، معاشرے کے حوالے سے نہیں، قانون کا خوف جرم کے سدباب کا واحد ذریعہ ہے، جب وہ فطری، اخلاقی احساس، تعلیم وتربیت اور سماج کے دباؤ سے ماورا ہو جائے، ان مراحل کے بعد بھی نہ رکے، تو وہ سخت سزا کا مستحق ہے، یہ بات بجا ہے کہ ہمارے ہاں اس کی سزا سرعام پھانسی دینا نہیں، سوال یہ ہے کہ جب اپنے مفاد کا قانون بن سکتا ہے تو عوام کے مفاد، بچوں کی حفاظت کے اقدامات، مجرم کے لیے سخت سزا کا قانون کیوں نہیں بن سکتا؟ ساتھ ہی دیگر محرکات پر بھی غور وفکر کی ضرورت ہے۔

والدین کا کردار یہاں بہت زیادہ اہم ہے، اب وقت ہے کہ والدین اپنی اولاد کی تربیت کریں، انہیں زیادہ وقت دیں، ان سے دوریاں ختم کر کے دوستی کے رشتے کو پروان چڑھائیں، تاکہ کوئی تیسرا اس تعلق میں نہ گھس سکے، ان کے ہر عمل پر آپ کی نظر ہو، ان کی اٹھک بیٹھک نظر میں رہے، ان سے ملنے جلنے والوں پر نظر رکھیں، کسی پر بھی اندھا اعتماد نہ کریں، بہت سے کیسیز Cases میں قریبی رشتہ دار، محلے دار، جاننے والے ہی ملوث پائے گئے، بچوں کی بات پر توجہ دیں، وہ اگر کسی ایسی بات، یا کسی کی کسی حرکت کی آپ سے شکایت کریں تو آپ چپ رہنے یا نظر انداز کرنے، خیر کوئی بات نہیں، یا نہیں وہ ایسا نہیں کر سکتے، الٹا بچے کو ہی ڈانٹنے پر اکتفا نہ کریں، بلکہ ایکشن لیں چاہے وہ کوئی بھی کیوں نہ ہو، یہ آپ کا حق ہے، اور اگر آپ ایکشن نہیں لیں گے تو آپ بھی مجرم ہوں گے، بچوں کی حفاظت والدین کی اولین عبادت اور ذمہ داری ہے، اس اہم ترین عبادت اور ذمہ داری سے غفلت برتنے والے والدین کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

انسانیت سے حیوانیت تک کے سفر میں صدیاں نہیں ایک لمحہ درکار ہوتا ہے، لہٰذا بچوں کی حفاظت کو یقینی بنائیں تاکہ وہ ایسے کسی واقعے کا نشانہ بننے سے بچ سکیں، انہیں ابتدائی تعلیم سے آگاہی دیں، انہیں حفاظتی تدابیر سے روشناس کروائیں، تاکہ وہ کسی کی بھی لالچ میں نہ آسکیں، کیوں کہ اکثر واقعات میں بچے کو کسی چیز کا لالچ دے کر، گھمانے پھرانے کا لالچ دے کر پھانسا جاتا ہے، آج اگر ہم اپنے معالج خود نہیں بنیں گے، تو بعد میں بغیر پچھتاوے کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

پھول جیسے ننھے بچوں کے ساتھ روز بروز بڑھتے جنسی واقعات کے پیش نظر بچوں کو جسمانی صحت جنسی افعال اور خطرات کے بارے میں آگاہ کرنا، اور خطرناک صورتحال سے نبٹنے کے لئے ذہنی طور پر تیار کرنا، تعلیمی اداروں، معاشرے اور والدین کی اولین ذمہ داری بن چکا ہے، بچوں کے ساتھ جنسی زیادتی اور استحصال کرنے والے درندے بچوں سے ان کی معصومیت اور ان کا بچپن چھین لیتے ہیں، یہ صرف قانونی مسئلہ نہیں بلکہ سماجی مسئلہ بھی ہے۔

بچوں کے ساتھ زیادتی کے علاوہ ان پر گھریلو تشدد، کم عمری میں شادی اور چائلڈ لیبر کے تحت آنے والے دیگر نوعیت کے مسائل کو بھی شامل کیا جائے تو صرف رجسٹرڈ جرائم کی تعداد 1764 بن جاتی ہے جبکہ اصل حقائق ہماری سوچ سے بھی بڑھ کر ہیں، ماہرین نفسیات وسماجیات کو اس کے اسباب پر بھی تحقیق کرنی چاہیے، مگر صد افسوس کہ آج معصوم بچے نفسیاتی امراض اور جنسی پراگندگی کا شکار ہو رہے ہیں، لیکن اس طرف نہ تو صاحب اقتدار افراد وانتظامیہ اور مقنّنہ توجہ دے رہے ہیں اور نہ ہی ہماری سماجی تنظیمیں اور میڈیا اس طرف کوئی ترجیحی قدم اٹھا رہے ہیں، جبکہ لوگوں کے رویوں کو تشکیل دینے اور ان پر اثر انداز ہونے پر میڈیا کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، میڈیا آگاہی بھی پیدا کرتا ہے اور ارباب اختیار کو ان واقعات کی روک تھام کے لیے عملی قدم اٹھانے پر بھی مجبور کرتا ہے، ان مسائل کو پبلک ایجنڈا میں شامل کرانے میں میڈیا کی طاقت پوشیدہ ہے، میڈیا کا کردار صرف تفریحی ہی نہیں تعلیمی بھی ہوتا ہے۔

بچے ہمارے معاشرے کا مستقبل اور روشن کل ہیں، ہر قیمت پر ان کی حفاظت کرنا تمام مکاتب فکر کی اولین ذمہ داری ہے، کوئی بھی معاشرہ بچوں کے ساتھ جنسی زیادتی کے گھناؤنے واقعات کو برداشت نہیں کر سکتا۔

اغواء: گزشتہ چند برسوں میں بچوں کے اغواء اور گمشدگی کے واقعات کی افواہیں کافی گردش کرتی رہی ہیں، کئی بچوں کے فکرمند والدین اور سرپستوں نے بچوں کی حفاظت سے متعلق احتیاطی تدابیر شیئر تو کیں، لیکن بدقسمتی سے والدین زیادہ تر ان معاملات کے ماہر نہیں ہوتے، نتیجتاً ایسی صورتحال اکثر دیکھنے میں آتی ہے جہاں معصوم لوگ مشکل حالات میں پھنس جاتے ہیں، آئیے بچوں کی حفاظت کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ بچے کن جگہوں پر زیادہ خطرات کا شکار ہوتے ہیں اور ان کی حفاظت کے لیے کیا اقدامات اٹھائے جا سکتے ہیں۔

گھر پر خطرات: اگر آپ اپنے بچوں کو کسی بھی دورانیے کے لیے گھر پر اکیلا چھوڑتے ہیں تو یہ وہ بنیادی اقدامات ہیں جو آپ کو ضرور کرنے چاہئیں، بچوں کو آپ کی غیر موجودگی میں دروازے اندر سے بند کرنے کے لیے کہیں، بچوں کو کسی بھی صورت میں دروازہ کھولنے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے، چاہے آپ گھر پر موجود ہوں یا نہیں اور وہ صرف اسی صورت میں دروازہ کھول سکتے ہیں جب آپ ان کے ساتھ کھڑے ہوں، بچوں کو واضح طور پر بتایا جانا چاہیے کہ وہ کس کے لیے دروازہ کھول سکتے ہیں اور کس کے لیے نہیں، اس بات کا فیصلہ صرف آپ کر سکتے ہیں کہ آپ کو کن لوگوں کی اپنے بچوں کے پاس موجودگی پر اعتبار ہے۔

اس بات کے قواعد بنائیں کہ گھر میں آپ کی اجازت کے بغیر کون کون نہیں آسکتا (بھلے ہی آپ گھر میں موجود ہوں) معمول کے مطابق آنے والے ملازمین اگر اپنے وقت سے ہٹ کر آئیں، تو اس بات کو یقینی بنائیں کہ آپ کی اجازت کے بغیر دروازہ نہ کھولا جائے، یاد رکھیں کہ یہ نہایت اہم ہے کہ آپ کسی شخص کا سراغ لگاسکیں،

اور اگر آپ ایسا نہیں کر سکتے تو اپنے بچے سے ایسا کرنے کی امید نہ رکھیں، آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ آپ کے گھر میں آپ کی غیر موجودگی میں کون آتا ہے، اس کے علاوہ آپ اپنے گھر میں اہم جگہوں، خصوصاً داخلی راستوں پر کیمرے بھی لگا سکتے ہیں۔

فکری و نظریاتی تحفظ: موجودہ بے دینی کے ماحول میں بطور ایک مسلمان مشکلات کا سامنا ہے کہ اپنے بچوں کو مغرب کے گرے ہوئے معاشرے کے رنگ میں رنگ جانے سے کیسے بچایا جائے؟ وہ کون سے عملی اقدامات ہو سکتے ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر ہم اپنے بچوں کو منحرف ہونے اور مغربی معاشرے سے بچا سکیں، ایک مسلم خاندان کو محفوظ بنانے کے لئے گھر کے اندر اور باہر متعدد اقدامات اور اعمال ضروری ہیں:

الف- گھر کے اندر:

۱- والد بچوں کے ساتھ مسجد میں نماز ادا کرنے کی پابندی کرے، خود دین کے پابند بنیں، اس بات کو یقینی بنائیں کہ اللہ رب العالمین کی جانب سے قرآن مجید میں بیان کردہ گھریلو اور سماجی آداب پر عمل لازمی ہو۔

۲- روزانہ کی بنیاد پر گھر میں قرآن مجید کی تلاوت خود بھی کریں اور سنیں بھی۔

۳- کھانے کے لیے سب اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھائیں۔

۷- بچے زیادہ سے زیادہ گھر کی چار دیواری میں وقت گزاریں اور رات بھی گھر میں گزاریں، تاکہ وہ بیرونی ماحول کے برے اثرات سے بچ سکیں، گھر سے باہر رات گزارنے کی بالکل بھی اجازت نہ دیں، بچوں اور اپنے آپ پر گندی، فحش اور بے حیائی پر مبنی فلمیں دیکھنے پر کڑی پابندی لگائیں۔

۸- بچوں کو اتنی دور یونیورسٹی میں داخل مت کریں کہ انہیں ہاسٹل میں رہائش اختیار کرنی پڑے، بصورت دیگر بچے ہمارے ہاتھ سے نکل جائیں گے اور کافروں کے معاشرے میں مضمحل ہو کر اپنی شناخت کھو بیٹھیں گے۔

۹- حلال کھانا کھانے کا لازمی طور پر اہتمام کریں، بازار میں پھیلی ہوئی جدید خوش نما اشیاء سے ہر صورت بچیں، سگریٹ نوشی اور کسی بھی قسم کی منشیات استعمال مت کریں۔

ب- گھر سے باہر:

۱- بچوں کو ابتدا سے لے کر اعلیٰ ثانوی تعلیم صرف اور صرف اسلامی اسکولوں میں دلوائیں، مانیٹری اور مشن اسکولوں سے بچوں کو دور رکھیں، بچوں کی ذہنی و فکری تربیت نہیں ہو پاتی ہے، جس قدر ممکن ہو سکے بچوں کو نماز با جماعت ادا کرنے کے لیے مسجد میں بھیجیں، اسی طرح دعوتی، علمی اور تربیتی پروگراموں میں انہیں اپنے ساتھ لے کر جائیں۔

۶- اسلام کا تعارف دوسروں تک پہنچانے کے لیے بچوں کو آسان جملے سکھائیں جنہیں چھوٹے بڑے، مسلمان اور غیر مسلم تمام آسانی سے سمجھ سکیں۔

۹- بچوں و بچیوں کی جلد شادی کریں تاکہ ان کے دین و دنیا کو تحفظ حاصل ہو۔

۱۰- بچوں کو ایسی مسلمان بچیوں سے شادی کی ترغیب دیں جو دینی اور اخلاقی طور پر نمایاں ہوں۔

۱۲- ناچ گانے، موسیقی، غیر اخلاقی امور پر مشتمل فیسٹیول اور میلوں سمیت کفار کے تہواروں میں شرکت مت کریں۔

خلاصہ کلام: بچے ہمارا مستقبل ہیں اگر آج ہم ان کی اچھے طریقے سے پرورش کریں گے تو ہمارا مستقبل روشن اور تابندہ ہوگا۔ اسلام نے اولاد کو والدین کے لیے نعمت اور رحمت قرار دیا ہے اور اولاد کی ذمہ داریاں پوری کرنا والدین کا فرض عین اور کل بروز قیامت اللہ تعالیٰ والدین سے اولاد کے بارے میں بھی پوچھے گا لہٰذا ہماری یہ انفرادی اور مشترکہ ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم اپنے بچوں کا تحفظ کریں اور اپنے پھول جیسے بچوں سے مشقت لینے کی بجائے انہیں تعلیم دلوائیں۔ حکومت وقت کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اس بات کو یقینی بنائے کہ اسکول جانے کی عمر کا کوئی بھی بچہ اسکول سے باہر نہ ہو اور نہ ہی بچوں سے کسی بھی قسم کی جبری اور رضا مندانہ مشقت لی جائے بچوں کا تحفظ ہماری مشترکہ ذمہ داری ہے یہ ایک اسلامی اور قومی فریضہ ہے بچوں کے حقوق سے غافل معاشرہ کسی صورت بھی ترقی نہیں کر سکتا۔ بچوں کا تحفظ حکومت کا اولین نعرہ ہونا چاہیے کیونکہ یہی نعرہ ایک مہذب اور ترقی یافتہ ملک کی بنیاد بن سکتا ہے۔ اسلام بچوں کے تحفظ کے لیے بڑا زور دیتا ہے اگر ہم بچوں کے تحفظ کے لیے اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں تو بچوں کے حوالے سے مختلف دن منانے کی کوئی ضرورت نہیں رہے گی۔

بچے ہمارا مستقبل ہیں، بچوں کے جنسی استحصال کے واقعات نے معاشرے کے ہر طبقے کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے، اس طرح کے واقعات سے بچوں کا وقار وعزت مجروح ہو جاتی ہے اور وہ زندگی بھر نفسیاتی دباؤ کا شکار رہتے ہیں، ان کا تحفظ و فروغ اور جسمانی و جنسی تشدد سے بچاؤ کے لیے اقدامات کرنا ہم سب کی مشترکہ ذمہ داری ہے، بچوں پر تشدد کے عوامل اور اسباب کا جائزہ لے کر ان کا حل اور شعور بیدار کرنا ضروری ہے، اساتذہ اور والدین کو چاہیے کہ وہ بچوں میں ان کے تحفظ کے بارے میں آگاہی پیدا کریں، ریاست، سول سوسائٹی اور میڈیا کا فرض ہے کہ بچوں پر ہر قسم کے تشدد کی روک تھام کے لیے مل کر کام کریں اور اس سلسلے میں عملی اقدامات کیے جائیں تاکہ اس سماجی برائی کا جڑ سے خاتمہ کیا جا سکے۔

والدین اور اساتذہ بچوں کی سرگرمیوں پر نظر رکھیں، والدین اپنے بچوں کو وقت دیں اور ان میں اعتماد پیدا کر کے درپیش مسائل سے نمٹنے کے لیے تیار کریں، اسکولوں میں انہیں اس طرح کے مسائل سے نمٹنے کی تربیت کے انتظامات کیے جائیں، والدین بچوں کے انٹرنیٹ استعمال پر کڑی نظر رکھیں۔

☆☆☆

تحریر: ڈاکٹر محمد ضاوی العصیمی
ترجمہ: عبدالمنان شکراوی، اہل حدیث منزل، دہلی

یاد الٰہی سے غفلت کا علاج

اللہ کے ذکر اور اس کی یاد سے غفلت بہت ہی خطرناک بیماری ہے جس سے شعور واحساس دم توڑ دیتا ہے۔ نیکیوں کے موسم بہار آتے ہیں جو ہمارے لیے بہت ہی اچھے مواقع ساتھ لاتے ہیں کہ ہم ان کی خیرات وبرکات سے اپنی جھولیاں بھر کر اللہ کی رضا وخوشنودی سے مالا مال ہو جائیں، یہ نیکیوں کے موسم اپنے آپ کو بدلنے کا سنہرا موقع ہوتے ہیں لیکن ہم خواب غفلت میں پڑے رہتے ہیں اور اس فانی دنیا میں اس قدر مگن ہوئے رہتے ہیں کہ پتہ ہی نہیں چل پاتا کہ وہ کب آئے اور کب خیر باد بھی کہہ گئے۔ تھوڑا بہت احساس ہوتا بھی ہے تو وہ اس پایے کا نہیں کہ کسی تبدیلی پر آمادہ کر سکے چنانچہ جیسے پہلے تھے ویسے رہ جاتے ہیں۔ ہم ہر دن کتاب وسنت کی باتیں سنتے ہیں جن میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے، تہجد پڑھنے، اللہ کا ذکر واذکار کرنے، سنن مؤکدہ کا اہتمام کرنے جیسے مسائل ہوتے ہیں ہم انہیں سنتے تو ہیں لیکن اس دلجمعی ودلچسپی سے نہیں کہ تبدیلی پر مجبور کر دے بلکہ سنی ان سنی کر دیتے ہیں اور ہمارے رویہ سے ایسا لگتا ہے کہ یہ باتیں ہمارے لیے نہیں بلکہ کسی اور دنیا کے مکینوں کے لیے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ غفلت کی صفت سے سب سے زیادہ دور رہنے والے ہیں، ارشاد ہے: لَآ اُقۡسِمُ بِيَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ وَ لَآ اُقۡسِمُ بِالنَّفۡسِ اللَّوَّامَةِ (القیامۃ:۱،۲) ترجمہ: ''میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی۔ اور قسم کھاتا ہوں اس نفس کی جو ملامت کرنے والا ہے۔'' نفس لوامۃ مومن کا نفس ہے کہ وہ خیر وشر دونوں پر ملامت کرتا ہے۔ شر پر تو اس لیے کہ اس نے اللہ کے حرام کردہ عمل کا ارتکاب کیا اور خیر کے وقت اس بات پر کہ کیا وہ اس سے زیادہ خیر وبھلائی کا کام نہیں کر سکتا تھا؟ لیکن گناہگار ونافرمان کا نفس ہر حال میں رواں دواں رہتا ہے اسے کسی بات کی کوئی پرواہ ہی نہیں ہوتی اور اسی کا نام غفلت ہے۔

قرآن کریم کے اندر اللہ تعالیٰ نے بہت سی آیات میں اپنی یاد سے غفلت پر غصے اور ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے اور غفلت برتنے والوں کو بہت ہی خراب القاب اور مذموم اوصاف سے یاد فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَقَدۡ ذَرَاۡنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيۡرًا مِّنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ لَهُمۡ قُلُوۡبٌ لَّا يَفۡقَهُوۡنَ بِهَا وَلَهُمۡ اَعۡيُنٌ لَّا يُبۡصِرُوۡنَ بِهَا وَلَهُمۡ اٰذَانٌ لَّا يَسۡمَعُوۡنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡغٰفِلُوۡنَ (الاعراف:۱۷۹) ترجمہ: اور ہم نے بہت سے ایسے جن اور انسان دوزخ کے لیے پیدا کئے ہیں، جن کے دل ایسے ہیں جن سے نہیں سمجھتے اور جن کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے نہیں دیکھتے، اور جن کے کان ایسے ہیں جن سے نہیں سنتے۔ یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ یہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے غفلت کی سزا بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے پھر وہ نہ ہدایت قبول کرتے ہیں اور نہ ہی نصیحت ان پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسۡتَحَبُّوا الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا عَلَى الۡاٰخِرَةِ‌ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡكٰفِرِيۡنَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ وَسَمۡعِهِمۡ وَاَبۡصَارِهِمۡ‌ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡغٰفِلُوۡنَ لَا جَرَمَ اَنَّهُمۡ فِى الۡاٰخِرَةِ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ (النحل:۱۰۷-۱۰۹) ترجمہ: ''یہ اس لئے کہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت سے زیادہ محبوب رکھا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو راہ راست نہیں دکھاتا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اور جن کے کانوں پر اور جن کی آنکھوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور یہی لوگ غافل ہیں۔ بلاشک وشبہ یہی لوگ آخرت میں سخت نقصان اٹھانے والے ہیں۔''

غفلت سے نجات: یاد الٰہی سے غفلت کا انجام بہت ہی بھیانک ہے لہٰذا انسان کو چاہئے کہ وہ ان لوگوں کے طریقے سے احتراز کرے جو غفلت کا شکار ہیں اور مومنوں کا طریقہ اختیار کرے کہ جو اللہ کی یاد میں ہمیشہ منہمک رہتے ہیں۔ جن کی زبانیں اللہ کے ذکر سے ہمیشہ تر اور دل ہمہ وقت معمور رہتے ہیں۔ غفلت کی بیماری سے نجات کے وسائل وذرائع درج ذیل ہیں:

۱۔ اللہ کا ذکر: کوشش کرنی چاہئے کہ ہمیشہ دل میں اللہ کی یاد اور زبان پر اس کا ذکر جاری وساری رہے۔ اسی طرح اعضاء وجوارح بھی اسی میں لگے رہیں۔ دل میں اس کی تعظیم وبڑائی بیٹھ جائے، زبان ہمہ وقت اللہ جل شانہ کے حقوق کی اقراری رہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاذۡكُرۡ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيۡتَ (الکھف:۲۴) ترجمہ: ''اور جب بھی بھولے، اپنے پروردگار کی یاد کر لیا کرنا۔'' اعضاء وجوارح کو اللہ کی اطاعت وفرماں برداری اور اس کی رضا وخوشنودی پر لگا دے۔ جو بھی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے اعمال ہیں ان سے یک لخت کنارہ کش ہو جائے۔ کیونکہ اللہ کی یاد اور اس کا ذکر غفلت سے محفوظ رہنے کا سب سے بڑا اچوک ہتھیار ہے۔ بعض سلف کا قول ہے: اللہ کی یاد سے غافل رہنے والوں کے درمیان اللہ کا ذکر کرتے رہنے والا ایسا ہی ہے جیسے کسی شکست خوردہ جماعت کا محافظ ورکھوالا، اللہ کے ذکر سے غفلت کے ماحول میں اگر اس کا ذکر نہ ہوتا تو لوگ ہلاک وبرباد ہو جاتے۔

ایک اثر میں وارد ہے کہ اگر رکوع کرنے والے بوڑھے، رکوع کرنے والے چوپائے اور شیر خوار بچے نہ ہوتے تو ان پر عذاب نازل کر دیا جاتا۔ امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ سے بندے کی دوری ذکر اللہ کے حساب سے ہوتی ہے۔ نیز فرمایا: اللہ اور بندے کے درمیان وحشت رہتی ہے جو ذکر اللہ کے بغیر دور نہیں ہو سکتی۔

۲۔ غافلوں کی صحبت سے دوری: غفلت سے محفوظ رہنے کا

ایک طریقہ یہ ہے کہ جو شریر، خراب اور نافرمان یاد الٰہی سے غافل لوگ ہیں ان سے دور رہا جائے۔ کیونکہ ان کا غفلت کا مرض آپ کو بھی لگ سکتا ہے اور غفلت کا مہلک زہر آپ کے رگ و پے میں سرایت کرسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَهٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰکَ عَنْھُمْ تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِکْرِنَا وَاتَّبَعَ ھَوٰهُ وَکَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا (الکھف: ۲۸) ترجمہ: ''اور اپنے آپ کو انہیں کے ساتھ رکھا کر جو اپنے پروردگار کو صبح وشام پکارتے ہیں اور اسی کے چہرے کے ارادے رکھتے (رضا مندی چاہتے) ہیں، خبردار! تیری نگاہیں ان سے نہ ہٹنے پائیں کہ دنیوی زندگی کے ٹھاٹھ کے ارادے میں لگ جائے۔ دیکھ اس کا کہنا نہ ماننا جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کردیا ہے اور جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور جس کا کام حد سے گزر چکا ہے۔''

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ کے ذکر کی محفلیں دوسرے لفظوں میں فرشتوں کی محفلیں ہیں اسی طرح بیہودگی اور غفلت کی مجلسیں شیطان کی مجلسیں ہیں۔ بندے کو چاہیے کہ ان میں سے اچھی اور افضل مجلس ومحفل کا انتخاب کرے۔ کیونکہ قیامت کے دن اس کا حشر انہی کے ساتھ ہوگا جو دنیا میں اس کے ساتھی وہم نشین تھے۔ اسی لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی غافل لوگوں کی صحبت سے پرہیز کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: **ما اجتمع قوم فتفرقوا عن غیر ذکر اللہ الا کانما تفرقوا عن جیفة حمار، وکان ذلک المجلس علیھم حسرة.** (احمد) ترجمہ: لوگ کسی مجلس میں جمع ہوں اور اللہ کا ذکر کیے بغیر وہاں سے اٹھ جائیں تو سمجھو وہ مردہ سڑے ہوئے گدھے کے پاس سے اٹھے ہیں اور یہ مجلس ان کے خلاف حسرت وافسوس بن جائیگی۔

۳۔ اللہ کے کلام میں غور وفکر: غفلت سے محفوظ رہنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ انسان اللہ کے کلام قرآن مجید میں غور وفکر کرتا رہے۔ اور اللہ اور اس کے رسولوں کی باتوں کو جھٹلانے والی قوموں اور حق سے منہ پھیرنے والے نافرمانوں کے برے انجام پر بھی اس کی نظر رہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْکَ بِبَدَنِکَ لِتَکُوْنَ لِمَنْ خَلْفَکَ اٰیَةً وَاِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ (یونس: ۹۲) ترجمہ: ''تو آج ہم صرف تیری لاش کو نجات دیں گے تاکہ تو ان کے لیے نشان عبرت ہو جو تیرے بعد ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ بہت سے آدمی ہماری نشانیوں سے غافل ہیں۔''

۴۔ تہجد وشب بیداری کا اہتمام: غفلت سے نجات کا ایک علاج یہ ہے کہ تہجد وشب بیداری کی حرص وکوشش رہے۔ دلوں سے غفلت کو دور رکھنے کا یہ بہت ہی بڑا ذریعہ ہے۔ اس سے بندہ کو اللہ علاّم الغیوب سے سرگوشی کا موقعہ ملتا ہے اور اس کا اسی میں جی لگا رہتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص رات میں دس آیتیں پڑھے وہ غافلوں میں نہیں شمار ہوگا اور جو سو آیتیں پڑھے اس کا نام فرماں برداروں میں لکھا جائے گا۔ اسی طرح جو ہزار آیت پڑھے وہ اجر وثواب کے بڑے خزانے کے مالکوں میں شمار ہوگا۔

۵۔ نماز جمعہ کی ادائیگی: جمعہ کی نماز کی ادائیگی کا حریص ہونا اور اس کا اہتمام کرنا بھی غفلت سے نجات کا بڑا ذریعہ ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اور نمازوں میں کوتاہی کی جائے جیسا کہ آج کل بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ نماز جمعہ کا خاص خیال رکھا جائے اور باقی نمازوں میں جماعت کا اتنا اہتمام ضروری نہیں جس کے نتیجے میں وہ جماعت سے اکثر چھوٹ جاتے ہیں تو یہ بہت ہی غلط رویہ اور سنت نبوی کے خلاف سوچ ہے۔ یہ یاد الٰہی سے غفلت ولا پرواہی کی ہی ایک قسم ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے منبر پر یہ کہتے سنا: ''یا تو لوگ جمعوں کو چھوڑنے سے باز آجائیں ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا پھر وہ غافلوں میں سے ہوجائیں گے۔''

۶۔ دعا بحضور قلب: غفلت دور کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ دعا کے وقت دل کو مکمل طور پر حاضر رکھا جائے۔ دعا کے معانی کو سمجھے بغیر اور اس کے مشتملات کو جانے بنا، محض زبان سے الفاظ کی ادائیگی تک محدود نہ رہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ اس بندے کی دعا قبول نہیں فرماتا جو اسے لاپرواہ وغافل دل سے پکارے۔ (احمد)

۷۔ توحید کا خاص خیال: اللہ کی توحید کا پاس ولحاظ رکھنا بھی غفلت سے دوری کا اہم ذریعہ ہے کیونکہ مشرک جو عبادت غیر اللہ مثلاً مردوں، قبر میں دفن لوگوں کے لیے کرتا ہے وہ سب سے بڑا غافل ہے۔ ایسے جاہل شخص کا مانو عقل سے بیر ہے اور سمجھ وشعور کا اس سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ وہ اتنی پستی میں پڑا ہے کہ جانوروں سے بھی پرلے درجہ کا بے عقل ہے۔ ایسا شخص جو زمین وآسمان کے رب کو چھوڑ کر مردوں کو پکارتا ہے، اس سے کسی خیر وبھلائی کی امید کرنا خود بے وقوفی ہے۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے اندر یوں بیان فرمایا ہے: وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَهٗٓ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَھُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ کَانُوْا لَھُمْ اَعْدَآءً وَّکَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ کٰفِرِیْنَ (الاحقاف: ۵،۶) ترجمہ: ''اور اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا؟ جو اللہ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی دعا قبول نہ کرسکیں بلکہ ان کے پکارنے سے محض بے خبر ہوں۔''

۸۔ دنیا سے بے توجہی: یاد الٰہی سے غفلت دور کرنے کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ انسان دنیا کے پیچھے نہ بھاگتا رہے اور اسی کو اپنی زندگی کا اصل مقصد نہ بنا لے کہ آخرت کو یک لخت بھلا بیٹھے۔ اسی لیے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص دیہات میں سکونت پذیر ہوتا ہے وہ سخت دل ہوجاتا ہے اور جو شکار کے پیچھے لگ جاتا ہے تو ہر چیز سے غافل ہوجاتا ہے اسی طرح جیسے بادشاہ کی ہمنشینی حاصل ہوجاتی ہے وہ فتنے

میں مبتلا ہوجاتا ہے۔(ترمذی)اس میں کوئی شک نہیں کہ بندے کواللہ تعالیٰ سے غافل کرنے کا سب سے بڑاسبب دنیا سے خوش ہونا اورآخرت کو بھلادینا ہے۔یہی بات زیادہ تر مصیبت کی وجہ اور بدبختی اورحسرت کا پیش خیمہ ہے۔بخاری ومسلم میں ابو سعیدخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن موت کوچتکبرے مینڈھے کی شکل میں لایاجائے گااور اسے جنت اورجہنم کے درمیان کھڑاکردیاجائے گا پھر جنت والوں سے کہاجائے گا کہ کیاتم اسے پہچانتے ہو؟ وہ دیکھیں گےاور کہیں گے کہ ہاں، یہ تو موت ہے۔اس کے بعد جہنم والوں سے بھی کہاجائے گا کہ کیاتم اسے جانتے ہو؟ وہ بھی دیکھیں گےاور کہیں گے کہ ہاں، یہ موت ہے۔اس کے بعد موت کوذبح کئے جانے کاحکم دیاجائے گا۔پھر کہاجائے گا: اے جنتیو!اب ہمیشہ ہمیش زندہ رہوگےاور کبھی موت نہیں آئے گی۔اوراے جہنمیو! اب ہمیشہ ہمیش زندہ رہوگےاور کبھی موت نہیں آئے گی۔پھراللہ کےرسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْقُضِيَ الْاَمْرُ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ (مریم:۳۹) ترجمہ: ”تو انہیں اس رنج وافسوس کے دن کا ڈرسنادے جبکہ کام انجام کوپہنچادیاجائے گا، اور یہ لوگ غفلت اور بے ایمانی میں ہی رہ جائیں گے۔“اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے دنیا کی طرف اشارہ فرمایا۔یہ حقیقت ہے کہ بعض لوگوں کواپنی کمزوری، لاچاری وبے بسی کے سبب اپنے نفس سے معمولی فتنے اورچھوٹی سے چھوٹی خواہش نفس سے بچاؤ کی طاقت نہیں ہوتی۔

بعض علماء کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو صرف عقل سے بنایاان میں نفسانی خواہش نہیں رکھی ،چوپایوں میں خواہش رکھی اوران میں عقل نہیں رکھی اور بنی آدم (انسان) کے اندر عقل اورنفسانی خواہش دونوں رکھیں۔جس شخص کی عقل خواہش نفس پرغالب آگئی وہ فرشتوں سے بہتر ہوگیا اورجس کی خواہش نفس نے عقل پرغلبہ پالیاوہ چوپایوں سے بدتر بن گیا۔کہنے والے نے کیاہی خوب کہا ہے ؎

اذالمرء اعطی لنفسه کل ما اشتهت
ولم ینهها تاقت الی کل باطل
وساقت الیه الاثم والعار بالذی
دعته الیه من حلاوة عاجل

آدمی جب اپنے نفس کی ہرخواہش پوری کرتا ہے،اوراسے روکتا نہیں تو وہ ہرغلط کام کا شوقین ہوجاتا ہے۔اور گناہ اورعار کی طرف اسے ہانکتا ہے جس سے اسے فوری کچھ میٹھا پانے کی دعوت ملتی ہے۔

☆☆☆

ا۔**جامعة المفلحات** کوتہ پیٹ، بارکس، حیدرآباد،لڑکیوں کی دینی وعصری، اقامتی وغیراقامتی معیاری درسگاہ، اردو/عربی میڈیم

مسلمہ حکومت تلنگانہ

شعبہ جات: (1) حفظ وناظرہ (2) L.K.G. تا X مع متوسطہ وعالمیت (3) مختصر عالمیت (تین سالہ) دسویں پاس/فیل طالبات کے لئے (4) فضیلت (دوسالہ) داخلہ،تعلیم، قیام وطعام مفت (5) تدریب المعلمات والداعیات والمفتیات (ایک سالہ) برائے فاضلات، تعلیم، قیام وطعام مفت، ماہانہ اسکالرشپ

نوٹ: طالبات جامعہ سند عالمیت سے اردو یونیورسٹی حیدرآباد کے .B.A میں اورسند فضیلت سے .M.A میں براہ راست داخلہ کے مجاز ہیں۔

فون نمبرات: 9963635354/8008492052/9346823387/7416536037

(2) **جامعة المفلحات** کوتہ پیٹ، بارکس، حیدرآباد،لڑکیوں کی عصری اسلامی، اقامتی وغیراقامتی معیاری درسگاہ، انگلش میڈیم

شعبہ جات: .L.K.G تا x **مع اسلامک اسٹڈیز** فون نمبرات: 8074001169/9177550406

مسلمہ حکومت تلنگانہ

(3) **جامعة الفلاح** شریف نگر، حیدرآباد لڑکیوں کی دینی وعصری، اقامتی وغیراقامتی معیاری درسگاہ، اردو/عربی میڈیم

شعبہ جات: (1) حفظ وناظرہ مع انگلش، سائنس، تلگو وحساب (2) مختصر عالمیت (تین سالہ) مع کمپیوٹر کورس برائے SSC طلبہ

(3) فضیلت (دوسالہ) تعلیم قیام وطعام مفت، مع ماہانہ اسکالرشپ

نوٹ: طلبہ جامعہ سند عالمیت سے مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدرآباد کے B.A میں براہ راست داخلہ کے مجاز ہیں۔فون نمبر: 9133428476/9502089170

(4) **فلاح انٹرنیشنل اسکول** شریف نگر، حیدرآباد ،لڑکوں کی عصری واسلامی، اقامتی وغیراقامتی معیاری درسگاہ، انگلش میڈیم

شعبہ جات: Nursery تا x **مع حفظ یا عالمیت** فون نمبر: 9505872810/9133428476

مسلمہ حکومت تلنگانہ

(5) **مرکز الأیتام** کوتہ پیٹ، بارکس، حیدرآباد یتیم لڑکےاورلڑکیوں کے لئے اسکول وہاسٹل۔انگلش میڈیم۔جن لڑکےولڑکیوں کی عمر 10 سال سے کم ہواوروالد یاوالدہ کاانتقال ہوگیاہوان کے لئےتعلیم، قیام وطعام، کتب اور یونیفارم کے ساتھ طبی سہولیات کامکمل انتظام ہے، جس میں سال بھرداخلے جاری ہیں۔

مسلمہ حکومت تلنگانہ

شعبہ جات (1) **حفظ وناظرہ** (2) .L.K.G تا x **مع دینیات** فون نمبرات: 9000002154/8008492052

المعلن: شریف محمد بن غالب الیمانی الاشراف، رئیس الجامعات

افواہوں کے برے اثرات

ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی

آج کے دور میں جہاں اور بہت سی برائیاں اور بداخلاقیاں ہمارے معاشرے کو گھن کی طرح کھا رہی ہیں، ان میں ایک بہت بڑی بیماری افواہیں پھیلانے کی ہے۔ شاید افواہیں پھیلانے والوں کو یہ اندازہ بھی نہ ہو کہ بسا اوقات اس کے منفی اثرات معاشرہ اور مملکت دونوں کے لیے خطرناک ہوتے ہیں اور جس کے تباہ کن اثرات سے خود افواہ سازی کا کام کرنے والے بھی نہیں بچ سکتے۔

شرعی نقطۂ نگاہ سے افواہیں پھیلانا یا افواہوں کے ذریعہ سے معاشرہ میں فتنہ وفساد پھیلانا ایک بدترین جرم ہے۔ اس لیے کہ افواہیں معاشرہ کے مختلف طبقات کے درمیان بلاکسی سبب کے نہ صرف نفرت وحقارت پیدا کرتی ہیں بلکہ بسا اوقات بلاوجہ کی لڑائی جھگڑے کا سبب بھی ہوتی ہیں۔ افواہوں کے مہلک اور مضر اثرات کے پیش نظر اسلامی مملکت کے شہریوں پر یہ فریضہ شرعاً عائد ہوتا ہے کہ وہ خود کسی قسم کی افواہیں نہ پھیلانے دیں۔ من گھڑت اور جھوٹی باتیں نہ صرف دنیوی اعتبار سے جرم ہیں بلکہ آخرت میں بھی اس جرم کی پاداش میں سخت سزا بھگتنا پڑے گی۔ دنیا میں بھی اس قسم کی گھٹیا حرکتوں کے نتائج اچھے نہیں ہوتے۔

افواہیں خواہ حکومت کے خلاف ہوں یا کسی ادارے کے، امت مسلمہ کے کسی فرد کے خلاف ہوں یا کسی طبقہ کے خلاف، ہر حالت میں قابل مذمت ہیں۔ تاریخ میں ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ چند افراد کی پھیلائی ہوئی باتیں پوری قوم کے لیے شرمندگی اور پریشانی کا باعث بن گئیں اور اس کے سنگین نتائج آنے والی نسلوں کو بھی بھگتنا پڑے۔

افواہ سازی ...... منافقانہ طرز عمل:

عہدِ نبوی میں افواہیں پھیلانے کا کام منافقین کیا کرتے تھے۔ منافقین نہ ملت اسلامیہ کے خیرخواہ تھے نہ ہی مملکت اسلامیہ کے۔ وہ ہر وقت اس تاک میں رہتے تھے کہ کوئی موقع ملے تو ملتِ اسلامیہ پر بھرپور وار کریں خصوصاً ان حالات میں جب مسلمانوں پر جنگ کا خطرہ منڈلا رہا ہوتا تھا تو ان کی تخریبی سرگرمیاں مزید تیز ہوجاتی تھیں۔ منافقین کبھی خوف وہراس پھیلانے کے لیے افواہیں پھیلایا کرتے تھے اور کبھی کسی واقعی خطرے کو چھپانے کے لیے اور غلط قسم کا اطمینان پیدا کرنے کی خاطر بے بنیاد اور مبالغہ آمیز خبریں پھیلاتے۔ قرآن کریم نے اس کا سد باب کرنے کے لیے مسلمانوں کو حکم دیا کہ جب اس قسم کی غیر مصدقہ خبر (افواہ) پہنچے تو اسے ہرگز لوگوں میں نہ پھیلا جائے بلکہ اس قسم کی بے بنیاد خبروں اور افواہوں کے بارے میں ارباب حل و عقد کو آگاہ کرنا چاہیے تاکہ وہ اس کا جائزہ لیں اور ٹھیک ٹھیک صورت حال سے ملت کو آگاہ کریں۔ اگر کوئی بات صحیح ہے اور امت کو اس سے آگاہ کرنا ضروری ہے تو حکومت خود اس خبر کی اشاعت کرے گی اور اگر معاشرہ میں محض بے چینی یا فتنہ وفساد پھیلانے کے لیے افواہ پھیلائی گئی ہے تو بھی حکومت اور اس کے خفیہ ادارے افواہیں پھیلانے والوں کے خلاف کارروائی کریں گے اور افواہوں کے مضر اثرات کی روک تھام کے لیے تمام ضروری اقدامات کریں گے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

''وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِه،وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُم، وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَا تَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلاً ''۔(النساء:۸۳)

اس آیت مبارکہ میں افواہیں پھیلانے کو شیطانی عمل قرار دیا گیا ہے اور ذمہ دار شہریوں پر یہ فریضہ عائد کیا گیا ہے کہ وہ کوئی افواہ سنیں تو ارباب حل وعقد کو اس سے آگاہ کریں۔ خود اس افواہ کو بیان کرکے نہ پھیلائیں۔ بلاوجہ سنی سنائی بات کو لوگوں میں بیان کرکے اس جرم میں شریک نہ ہوں جو کہ بدکردار اور مجرمانہ ذہنیت رکھنے والے افراد افواہ پھیلا کر حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سنہری اصول بیان فرمایا ہے جو ملت اسلامیہ کے لیے ایک دستوری ہدایت کی حیثیت رکھتا ہے۔ ''کفی بالمرء اثما ان یحدث بکل ماسمع ''(سنن ابوداؤد: جلد۲، صفحہ۲۰۳) ''گناہ کے لیے یہ بات کافی ہے کہ انسان سنی سنائی بات بیان کرنے لگے''۔

قرآن حکیم اصلاح معاشرہ کے لیے جہاں ضروری ہدایات دیتا ہے وہاں ایسی باتوں کا بھی قلع قمع کرتا ہے جو معاشرہ کے پرامن اور پرسکون ماحول کو بگاڑتی ہوں۔ سورۃ الاسراء کی اس آیت مبارکہ کو غور سے پڑھیے جو نہ صرف یہ کہ بے بنیاد باتوں کے پیچھے نہ لگنے کا حکم دے رہی ہے بلکہ ذمہ داری کا شعور بھی بیدار کررہی ہے۔

''وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ'،اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا''(سورۃ الاسراء:۳۶)

''جس چیز کا تمہیں علم نہ ہو اس کے پیچھے نہ پڑو، یقیناً کان، آنکھ اور دل سب سے باز پرس ہوگی''۔

یعنی جس چیز کے بارے میں تمہیں کامل اطمینان اور پوری طرح علم نہ ہو تو محض اٹکل اور گمان کی بنا پر اس کے پیچھے نہ لگ جایا کرو۔ تہمتیں، بدگمانیاں اور افواہیں سب ایک ہی قبیل کی برائیاں ہیں۔ ایک اچھے اور مہذب معاشرہ کو ان برائیوں سے پاک ہونا چاہیے۔ اسلام جو معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے اس کی بنیاد باہمی تعاون، اعتماد اور

حسن ظن پر ہوتی ہے۔لہذا کسی معاملہ میں کوئی ایسی بات زبان سے نہیں نکالنی چاہئے جو محض افواہ پر مبنی ہو اور نہ بدگمانی کی وجہ سے کسی کے بارے میں کوئی غلط بات کہی جائے۔جس سے کسی فرد، جماعت، ادارہ یا طبقہ کی عزت وشہرت کو نقصان پہنچتا ہو، یا کچھ لوگوں کی دل آزاری ہوتی ہو۔

سورۃ الحجرات میں امت مسلمہ کی اجتماعی اور شہری زندگی کے لیے ایک جامع ضابطۂ اخلاق پیش کیا گیا ہے۔اس سورہ میں ان تمام برائیوں سے اجتناب کی تاکید کی گئی ہے جو اجتماعی زندگی میں فتنہ وفساد برپا کرتی ہیں اور جن کی وجہ سے لوگوں کے باہمی تعلقات خراب ہوتے اور رنجشیں پیدا ہوتی ہیں۔مثلاً ایک دوسرے کا مذاق اڑانا، طعن وتشنیع کرنا، لوگوں پر پھبتیاں کسنا یا ان کے خلاف بدگمانیاں پیدا کرنا، لوگوں کو غیبت کرنا، عیب جوئی کرنا وغیرہ۔یہ سب وہ افعال ہیں جو صراحتاً گناہ ہیں اور معاشرہ میں بگاڑ اور فساد پیدا کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان تمام برائیوں کو نام بنام ذکر کر کے انہیں حرام قرار دیا ہے۔

موضوع کی مناسبت سے یہاں سورۃ الحجرات کی ایک آیت خاص طور پر قابل توجہ ہے۔

’’یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًا بِجَھَالَۃٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ‘‘(الحجرات:۶)

’’اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی اہم خبر لائے تو خوب تحقیق کرلیا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہنچا بیٹھو، پھر تمہیں اپنے کئے پر پچھتانا پڑے‘‘۔

اس آیت مبارکہ میں واضح طور پر حکم دیا گیا ہے کہ اگر کوئی خبر یا اطلاع ناقابل اعتماد ذرائع سے آئے تو بغیر تحقیق وتصدیق اسے من وعن نہیں ماننا چاہئے بلکہ خوب اچھی طرح اس کی تحقیق کر لینی چاہئے کہ اس خبر میں واقعی کوئی صداقت ہے؟ بغیر کسی تحقیق اور بغیر کامل اطمینان کے اگر کسی ردعمل کا مظاہرہ کروگے تو اس کا نتیجہ سوائے رسوائی اور ذلت کے کچھ نہیں ہوگا۔

مفسرین نے اس آیت کا جو پس منظر بیان کیا ہے وہ بھی اس مسئلہ کی وضاحت کرتا ہے۔عہد نبوی ﷺ میں بعض لوگوں نے قبیلہ بنی مصطلق کے بارے میں رسول اللہ ﷺ اور مدینہ منورہ کے مسلمانوں کو غلط اطلاع دی تھی کہ اس قبیلہ نے مرکز کے خلاف بغاوت کردی ہے اور یہ کہ انہوں نے مرکز کو زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کردیا ہے۔لیکن مدینہ منورہ کی جانب سے کسی کارروائی سے قبل خود اس قبیلہ کے سردار حارث بن ضرار رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے تمام حقیقت بیان کی اور بتایا کہ قبیلہ کے کسی فرد نے بھی زکوۃ کی ادائیگی سے انکار نہیں کیا، نہ ہی مرکز کی جانب سے بھیجے گئے محصل کو کسی نے قتل کی دھمکی دی ہے۔دراصل قبیلہ بنو مصطلق سے مخالفت رکھنے والے بعض افراد نے غلط اطلاعات دے کر اور اسے پھیلا کر مرکز کو اس قبیلہ کے خلاف کارروائی پر ابھارنے کی کوشش کی تھی۔اصل حقائق معلوم ہونے پر مرکز نے بنو مصطلق کے خلاف کارروائی کا ارادہ موقوف کردیا۔قرآن حکیم نے اس موقع پر یہ حکم دیا کہ اس قسم کی کوئی خبر یا اطلاع جب بھی ملے تو ارباب حل وعقد کو چاہئے کہ اس کی خوب تحقیق کرلیا کریں۔کہیں ایسا نہ ہو کہ حالات سے مغلوب ہو کر یا جذبات میں آکر کسی بے گناہ طبقہ کے خلاف اقدام کر بیٹھیں جس پر بعد میں پچھتانا پڑے۔

ہم اوپر بیان کرچکے ہیں کہ عہد نبوی ﷺ میں منافقین اور یہودی افواہیں پھیلانے اور امت مسلمہ کے مختلف طبقات کے درمیان منافرت پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔اس لیے وہ ہر حربہ استعمال کرتے تھے۔عبداللہ بن ابی نے انصار ومہاجرین کے درمیان اختلاف پیدا کرنے کے لیے علاقائی تعصب بھی ابھارنے کی کوشش کی۔انصار ومہاجرین کے درمیان خوشگوار تعلقات اور اسلامی اخوت ومحبت نے مدینہ منورہ میں جو وحدت پیدا کردی تھی، اس میں عبداللہ بن ابی کو اپنی سیاست چمکانے کا موقع مل رہا تھا۔وہ باہمی نفرت پیدا کر کے اپنی قیادت کو آگے بڑھانا چاہتا تھا۔غزوہ بنی مصطلق سے واپسی پر عبداللہ بن ابی نے رسول اللہ ﷺ اور مہاجرین کے بارے میں یہ دھمکی آمیز الفاظ کہے تھے۔’’لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْھَا الْاَذَلَّ‘‘۔(المنافقون:۸)

’’اگر ہم مدینہ لوٹ جائیں تو وہاں سے عزت والے لوگ بے حیثیت لوگوں کو نکال باہر کریں گے‘‘۔

رسول اللہ ﷺ ان منافقین کی حرکتوں پر کڑی نظر رکھتے تھے اور ان کی تمام تخریبی حرکات کو اپنی حکمت عملی اور بصیرت سے غیر موثر بناتے رہتے تھے۔منافقین کا ایک انداز یہ بھی تھا کہ وہ حضور ﷺ کے پاس آتے اور سرگوشی کے انداز میں باتیں کرتے، ان سرگوشیوں کا مقصد یہ تھا کہ وہ عام لوگوں کو یہ تاثر دیا جائے کہ ان کے رسول اللہ ﷺ سے خصوصی اور قریبی تعلقات ہیں۔یہ تاثر پیدا کر کے وہ جو بات رسول اکرم ﷺ کی طرف سے منسوب کر کے پھیلائیں گے، عام لوگ اسے مان لیں گے۔اسی طرح عام جگہوں پر کھڑے ہو کر یہ لوگ سرگوشی کے انداز میں گفتگو کرتے تھے جس کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ لوگوں کو یہ تاثر دیا جائے کہ کوئی خاص بات ہے جس کا صرف ان لوگوں کو علم ہے یا شاید کوئی راز کی بات ہے جو انہیں معلوم ہوئی ہے۔اس طرح ذہنی اور نفسیاتی طور پر راہ ہموار کی جاتی تھی تاکہ جب کوئی افواہ پھیلائی جائے تو لوگ اس پر یقین کرلیں۔یہ لوگ خفیہ اجتماعات بھی کرتے تھے جس کا مقصد اپنی تخریبی سرگرمیوں کا جائزہ لینا اور ان کو عملی شکل دینے کی تدابیر کرنا ہوتا تھا۔قرآن حکیم نے منافقین کے خفیہ اجتماعات کے تین مقصد کا ذکر کیا ہے۔یہ لوگ گناہ کے کاموں، ظلم وزیادتی اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کے لیے اس قسم کے اجلاس کرتے تھے۔منافقین کے اس طرز عمل کی وجہ سے قرآن حکیم نے منافقین پر سرگوشیاں کرنے اور رازداری کے انداز میں گفتگو کرنے پر پابندی لگادی تاکہ یہ لوگ عام لوگوں میں کوئی غلط تاثر پیدا کرنے

میں کامیاب نہ ہوں:

’’ اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ نُهُوۡا عَنِ النَّجۡوٰی ثُمَّ یَعُوۡدُوۡنَ لِمَا نُهُوۡا عَنۡهُ وَیَتَنٰجَوۡنَ بِالۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ وَمَعۡصِیَتِ الرَّسُوۡلِ‘‘۔(المجادلہ:۸)

’’کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ان لوگوں کو جنہیں سرگوشیاں کرنے سے منع کر دیا گیا تھا، پھر بھی وہی حرکت کئے جاتے ہیں جس سے منع کیا گیا تھا۔ یہ لوگ چھپ چھپ کر گناہ، ظلم اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی باتیں کرتے ہیں۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ سرگوشیاں کرنا یا تنہائی میں ملنا فی نفسہ ایک مباح عمل ہے لیکن اس جواز کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے منافقین نے ملتِ اسلامیہ اور مرکز کو نقصان پہنچانے کے لیے اسے استعمال کرنا شروع کر دیا تھا، اس لیے اس مباح عمل پر ہی پابندی لگادی گئی۔ ہاں اگر ان کے اجتماعات اور رازدارانہ باتیں تعمیری مقاصد کے لیے ہوتیں تو یہ عمل مستحسن قرار پاتا۔ تمام تر دارومدار ان لوگوں کے کردار پر ہے جو اس عمل میں مصروف ہوں اور ان حالات پر منحصر ہے جن حالات میں یہ باتیں کی جارہی ہوں۔

افواہیں...... فتنہ وفساد کا سبب:

افواہوں اور بے بنیاد خبروں کا ایک اور پہلو سے بھی جائزہ لیا جاسکتا ہے، وہ یہ کہ افواہیں اور بے بنیاد خبریں بسا اوقات مختلف طبقات کے درمیان منافرت پھیلانے کا ذریعہ ہوتی ہیں، باہمی رنجشیں پیدا کرتی ہیں جن کی وجہ سے لڑائی جھگڑوں کی بھی نوبت آجاتی ہے اور نتیجہ قتل وغارت کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ قرآن کریم نے ان تمام صورتوں کو فتنہ وفساد سے تعبیر کیا ہے۔ دورِ نبوی ﷺ میں یہودیوں اور منافقین کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ وہ کسی نہ کسی طرح ملتِ اسلامیہ میں فساد وفتن برپا کریں۔ اس کے لیے وہ ہر حربہ استعمال کرتے تھے۔ یہ لوگ یہاں تک جسارت کرتے تھے کہ قرآن حکیم کے مشکل مقامات اور آیات متشابہات کی اپنی طرف سے من گھڑت تاویلیں کرتے تا کہ لوگوں کو غلط مفہوم بتا کر دین سے برگشتہ کرسکیں یا کم از کم دلوں میں شکوک وشبہات پیدا کرسکیں۔ ’’فَاَمَّا الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ زَیۡغٌ فَیَتَّبِعُوۡنَ مَاتَشَابَهَ مِنۡهُ ابۡتِغَآءَ الۡفِتۡنَةِ وَابۡتِغَآءَ تَاۡوِیۡلِه‘‘(آل عمران:۷)’’جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں تا کہ فتنہ برپا کریں اور آیات متشابہات کی (اپنی خواہش کے مطابق) تاویلیں کریں‘‘

فتنہ پھیلانے کی یہ مذموم کوشش یہودیوں اور منافقین کی جانب سے تھی، جس کی قرآن حکیم نے مذمت کی۔ قرآن حکیم فتنہ کو قتل سے بھی بڑا جرم قرار دیتا ہے، اس لیے کہ فتنہ کی تباہ کاریاں بہت زیادہ ہوتی ہیں۔ یہ تو قوموں کو لے ڈوبتا ہے۔ ارشاد ہے: ’’وَ الۡفِتۡنَةُ اَشَدُّ مِنَ الۡقَتۡل‘‘(البقرہ:۱۹۱)’’اور فتنہ قتل سے کہیں بڑھ کر ہے‘‘۔

قرآن کریم نے فرعون کے بارے میں بتایا کہ وہ بہت غرور میں مبتلا تھا۔ اپنے اقتدار کی خاطر لوگوں میں نسلی امتیاز پیدا کرتا تھا اور ان میں پھوٹ ڈال کر ان پر حکومت کرتا تھا: ’’اِنَّ فِرۡعَوۡنَ عَلَا فِی الۡاَرۡضِ وَجَعَلَ اَهۡلَهَا شِیَعًا یَّسۡتَضۡعِفُ طَآئِفَةً مِّنۡهُمۡ یُذَبِّحُ اَبۡنَآءَهُمۡ وَیَسۡتَحۡیٖ نِسَآءَهُمۡ، اِنَّهٗ کَانَ مِنَ الۡمُفۡسِدِیۡنَ‘‘(القصص:۴)

’’فرعون نے زمین پر بہت سر اٹھا رکھا تھا۔ اس نے وہاں کے باشندوں کو فرقوں میں تقسیم کر دیا تھا اور ایک گروہ کو (یہاں تک) کمزور کر دیا تھا کہ ان کے بیٹوں کو ذبح کر دیتا اور لڑکیوں کو زندہ رکھتا۔ یقیناً وہ فساد برپا کرنے والوں میں تھا‘‘۔

اس آیت مبارکہ میں فرعون کے بھیانک جرائم کو فساد سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اوپر ہم نے منافقین کی تخریبی حرکتوں کو بیان کیا ہے جس میں افواہیں اور جھوٹی خبریں پھیلانا بھی شامل ہے۔ سورہ البقرہ میں منافقین کی ان حرکتوں کو فساد سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ’’وَاِذَا قِیۡلَ لَهُمۡ لَا تُفۡسِدُوۡا فِی الۡاَرۡضِ، قَالُوۡا اِنَّمَا نَحۡنُ مُصۡلِحُوۡنَ ، اَلَآ اِنَّهُمۡ هُمُ الۡمُفۡسِدُوۡنَ وَلٰکِنۡ لَّا یَشۡعُرُوۡنَ‘‘(البقرہ:۱۱-۱۲)

’’اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ پھیلاؤ تو کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کررہے ہیں ......خبردار! یہی لوگ فسادی ہیں مگر انہیں شعور نہیں‘‘۔ فساد اللہ تعالیٰ کو ہرگز پسند نہیں: (وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الۡفَسَاد)’’اور اللہ تعالیٰ فتنہ انگیزی کو پسند نہیں کرتا‘‘۔(البقرہ:۲۰۵)

افواہیں پھیلانا ...... ایک مذموم حرکت:

اخلاقی نقطۂ نگاہ سے غور کریں تو بھی افواہیں پھیلانا بہت گھٹیا اور مذموم حرکت ہے، اس لیے کہ غیبت کرنا، تہمتیں لگانا، جھوٹ بولنا، لوگوں کی کردارکشی کرنا یا لوگوں کی تحقیر وتذلیل کرنا نہ صرف گناہ کبیرہ ہیں بلکہ وہ برائیاں ہیں جنہیں تمام اخلاقی نظام غیر اخلاقی حرکت تصور کر کے رد کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ افواہیں پھیلانے میں ان تمام برائیوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ اسلام کا اخلاقی ضابطہ تو ایسے کردار کی تعمیر وتشکیل کرتا ہے جس کی بنیاد صداقت، امانت ودیانت، باہمی اخلاص ومحبت، اعتماد اور عدل وانصاف پر ہوتی ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق ہر انسان فطرتاً اچھا ہے، بدگمانی گناہ ہے۔ حدیث نبوی ﷺ میں ہے کہ ’’اہل ایمان کے بارے میں اچھا گمان رکھو، بلاوجہ تجسس اور عیب جوئی بھی جائز نہیں ہے‘‘۔

ہماری ذمہ داریاں: اوپر کی بحث اور گفتگو سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ قرآن وسنت کی رو سے افواہیں پھیلانا یا بے بنیاد خبریں شائع کرنا قطعاً جائز نہیں۔ اس قسم کی حرکتوں میں جو لوگ ملوث ہوں گے وہ جرم میں ملوث تصور کئے جائیں گے۔ ان کے خلاف تادیبی کارروائی کی جاسکتی ہے۔ قرآن وسنت میں جہاں اس قسم کی مذموم حرکتوں پر پابندی لگادی گئی ہے وہیں مملکت کے عام اور ذمہ دار شہریوں پر بھی یہ فریضہ عائد کیا گیا ہے کہ وہ بھی افواہوں کی روک تھام میں اپنی ذمہ داریاں پوری کریں، افواہیں پھیلانے والوں پر نظر رکھیں۔ ان کی پھیلائی ہوئی باتوں کو خود بیان

(بقیہ صفحہ۳۱پر)

رہنمائے تعلیم:
ڈاکٹر ابوالحیات اشرف، ایڈیٹر: دی سمپل ٹروتھ
Mob: 9810699121

بچوں کی تعلیم وتربیت میں بزرگوں کا کردار

(مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ہیڈ کوارٹر میں کمپیوٹر اور انٹرنیٹ سے وابستہ برادر عزیز جمیل اختر محمد ایوب سلفی کی فرمائش پر مندرجہ ذیل مضمون تحریر کر رہا ہوں تا کہ والدین، گارجین اور خاندان کے بزرگ افراد اس سے استفادہ کر سکیں اور قوم کے بچے، بچیاں ان کی مساعی جمیلہ کے گواہ بن سکیں)

تعلیم وتربیت انسانی زندگی کا کوئی ادنیٰ مسئلہ نہیں ہے بلکہ اُم المسائل ہے۔اس کے عدم وجود سے سارے مسئلے پھوٹتے ہیں اور اس کے وجود سے سارے مسئلے حل بھی ہوتے ہیں۔اگر غور سے دیکھا جائے تو تعلیم انسانی اخلاق وکردار اور عمل کو سنوارنے اور مناسب حال ڈالنے کا سانچہ سمجھی جاتی ہے۔تعلیم کا مقصد فکر وذہن کا تزکیہ کر کے اُسے عمل کے لیے بیدار رکھنا ہوتا ہے۔لیکن اگر نتائج برعکس ہوں اور آئندہ بھی اس کے روشن امکانات کا پتہ نہ ہو تو نتیجہ اخذ کرنا چاہئے کہ ایسے اشخاص کی سیرت وکردار میں نقص ہے۔وہ تعلیم یافتہ ضرور ہیں لیکن تربیت کی روشنی سے محروم ہیں۔

آج کا انسان مشین بن گیا ہے۔ایسی مشین جو صرف مادی تقاضے پورے کرتے ہیں۔روحانی اور اخلاقی تقاضے بھول جاتے ہیں۔اس سائنسی اور مشینی دور میں انسان فضائے بسیط میں کمندیں ڈالنا سیکھ گیا ہے لیکن باوقار انداز سے زمین پر چلنا بھول گیا ہے۔تعلیم جو انسانی اخلاق وکردار اور عمل کو سنوارنے کا ذریعہ سمجھا جاتا رہا تھا اب دولت کمانے کا ذریعہ بن گیا ہے۔تعلیم جو کبھی اللہ کی قربت، اخلاق، انکساری، تہذیب، خدمت اور رواداری کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا اب تعلیم برائے تجارت، تعلیم برائے جاہ ومنصب، تعلیم برائے ملازمت لوگوں کا مطمح نظر بن گیا ہے۔اس لیے ضروری ہے کہ عہد طفولیت سے ہی بچوں کی مناسب تربیت کی جائے۔

انگریزی کی ایک کہاوت ہے Every Child is the father of a man ہر بچہ مستقبل کا باپ کہلاتا ہے۔اس کہاوت کے حوالہ سے اگر مستقبل کے والد کہلانے والے بچوں کو مناسب تربیت اور بھر پور توجہ مل جائے تو ان کی شخصیت کی تعمیر کی نئی تاریخ رقم کی جائے بصورت دیگر یہی بچے خاندان اور مسلک وملت کے لیے کلنک کا ٹیکہ ثابت ہوں گے۔

آج کا دور علم وہنر کا دور ہے۔صلاحیت وقابلیت کا دور ہے۔جس دور میں تعلیم کی کمی تھی تو اس وقت سیرت وکردار کا چرچا تھا۔جو تعلیم یافتہ ہوتا تھا وہ اپنے افعال وکردار، تہذیب، عادات واطوار، انداز گفتگو اور اسلوب سے پہچان لیا جاتا تھا۔آج کے دور میں تعلیم یافتہ افراد کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے لیکن صاحب سیرت افراد کی تعداد نگاہوں سے اوجھل ہوتی جا رہی ہے۔آج حصول تعلیم کی ڈگری یونیورسٹی سے مل جاتی ہے لیکن سیرت وکردار کی ڈگری کسی جامعہ یا یونیورسٹی سے نہیں ملتی۔سیرت وکردار کی بنیاد ماں کی گود میں پڑتی ہے۔پھر گھریلو ماحول، گھر کا رہن سہن، افراد خانہ اور بزرگوں کا رویہ اس میں جلا بخشتا ہے۔تعلیم وتربیت کا آغاز عہد طفولیت سے شروع ہوجاتا ہے۔یہ وہ زمانہ ہے جب بچوں پر گھریلو اثرات زیادہ مرتب ہوتے ہیں۔گھر، والدین، دادا، دادی، نانا، نانی اور گھر کے دوسرے افراد اور ماحول کا عکس بچوں پر دیرپا ثابت ہوتا ہے۔اس لیے یہ مضمون بزرگ والدین کے موثر کردار اور خاندان کے استحکام کے پیش نظر لکھا گیا ہے۔

بچوں کی تعلیم وتربیت میں والدین کے ساتھ دوسرے رشتہ داروں کا بھی کسی نہ کسی حد تک حصہ ہوتا ہے۔رشتہ دار اپنے کردار کا حصہ غیر شعوری طور پر ادا کرتے ہیں۔اگر وہ اپنا کردار شعوری طور پر ادا کریں تو یہ نئی نسل کی بیش بہا خدمت ہوگی۔اگرچہ حالات، طرز معاشرت، وقتی ضرورت اور ترجیحات نے رشتوں کی مضبوطی اور پائیداری کو کمزور کر دیا ہے۔جو رشتے ''شجر سایہ دار'' کی حیثیت سے رکھتے تھے۔وقت کے ساتھ ساتھ پت جھڑ کی مثال بن رہے ہیں۔اسلامی تہذیب میں بچوں کو جنت کا پھول، گھر کی رونق اور زندگی کی شادمانی کا پیام بر کہا جاتا ہے۔ان کی توتلی باتیں، معصوم مسکراہٹیں، شرارتیں، رعنائیاں اور قہقہے والدین اور گھر کے بزرگوں کے لیے باعث اطمینان بنتے ہیں اور دوسرے رشتہ داروں کے لیے باعث برکت ہوتے ہیں۔

بچوں کے تعلق سے اسوۂ رسول:

بچوں کی تربیت کے تعلق سے اسوہ رسول ہمارے لیے نمونہ ہے۔بچوں کے

ساتھ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ عمل نہایت مشفقانہ ہوتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں سے نہ صرف محبت کرتے تھے بلکہ ان کی عزت وتوقیر بھی کرتے تھے۔ ان کی عزت کا پورا خیال رکھتے تھے۔ ان کے جذبات واحساسات کو پامال نہیں کرتے تھے۔ بحیثیت والدین اور نانا کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ عمل نہایت مشفقانہ ہوتا تھا۔ صحابہ کرام کے چھوٹے بچے، دور ونزدیک کے قرابت دار بچے، اجنبی بچے سب آپ کی نگاہوں میں باعث قلبی سکون ہوتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنی گود میں بٹھاتے۔ کندھے پر سوار کرتے، نماز میں بچوں کو منہ چومتے۔ غمگین بچوں کا دل بہلاتے۔ غرض کہ ان کے ساتھ دلی محبت کرتے۔

بچوں کی تربیت کے تعلق سے ''کل'' اور ''آج'' میں فرق:

آج کل ٹیلی ویژن، کیبل، انٹرنیٹ، موبائل اور موبائل ایپ کا زمانہ ہے۔ بچے اسکول، مدرسہ سے آکر ٹیوشن، ہوم ورک اور نصابی کتب کے مطالعہ میں غرق ہوجاتے ہیں۔ انہیں وقت نہیں ملتا کہ وہ اپنے دادا، دادی، یا نانا، نانی سے کوہ قاف کی شہزادیوں، پرستان کی پریوں، الف لیلیٰ، راجہ رانی اور حاتم طائی کی کہانیاں سُنیں۔ جن کا آخری نتیجہ اخلاق انگیز اور سبق آموز ہوتا تھا۔ دینی گھرانوں میں تاریخ اسلام کے سچے واقعات، صحابہ وصحابیات رضی اللہ عنہم اجمعین کی روشن مثالیں سُنا کر بچوں کو صالح فطرت کے قریب رکھا جاتا تھا۔ بچوں کو چھوٹی چھوٹی سورتیں اور دُعائیں یاد کرا کر، لُوریاں سنا کر، اخلاقی باتیں سکھا کر ان کے دل جیتے جاتے تھے۔ اس طرح بچوں سے ذہنی، قلبی اور نفسیاتی تعلق قائم رہتا تھا۔ مگر اب حالات بدل گئے ہیں۔ اب بزرگوں کو بچوں کو سبق آموز کہانیاں سنانے کی فرصت نہیں ملتی اور دن بھر کے تھکے ہارے بچے دادا، دادی یا نانا، نانی کی دلچسپ باتیں یا کہانیاں سُننے کی حسرت لیے سوجاتے ہیں۔

بچوں کی تربیت میں براہ راست تعلق زیادہ مفید ہوتا ہے:

بچوں سے محبت وشفقت کا اظہار مختلف طریقے سے کیا جاسکتا ہے۔ جس سے بچوں میں بزرگوں کا احترام بھی پیدا ہوتا ہے۔ جیسے اسکول، مدرسہ لے جانا اور لانا۔ ہوم ورک کرنے میں مدد، اسکول، مدرسہ کے معمولات پر بات چیت، شام کو پارک یا بازار میں ہلکی پھلکی تفریح یا خریداری کے لیے آؤٹنگ، اچھی کارکردگی پر انعام، بچوں کی باتوں کو توجہ سے سُننا، بچوں سے قرآنی آیات یا نظم سُن کر شاباشی دینا، اُن کی حوصلہ افزائی کرنا مفید ہوتا ہے۔ کبھی تحفہ تحائف دے کر ان کو خوش کیا جاسکتا ہے اگر بچہ کو ضروری چیزیں تحفہ میں دی جائیں تو یہ سونے پر سہاگہ کا کام کرے گا۔ اس عمل سے والدین کے دلوں میں بھی قدر وقیمت بڑھے گی اور بچہ بھی خوشی محسوس کرے گا اور بزرگوں کی قدر بھی کرے گا۔

تجربہ بتاتا ہے کہ دوسرے شہر میں رہنے والے بچوں سے ٹیلی فونی بات چیت کرنا، ان کو خطوط بھیجنا، تصاویر بھیجنا، ان سے خطوط یا ان کے بنائے ہوئے ڈرائنگ کا تقاضا کرنا، وہاں کے موسم، ان کے دوستوں کی باتیں اور کچھ لطیفے سننا اور سنانا باہم دلوں کو قریب رکھنے کا باعث بن سکتا ہے۔ اگر ان سے اس طرح باتیں کی جائیں تو وہ آپ کو اپنا رازداں سمجھنے لگیں گے۔ اسی گفتگو میں بچوں کو ترجیحات، ٹائم پلاننگ، جنرل نالج میں اضافہ کا احساس دلایا جاسکتا ہے کہ کون سا کام کس وقت کرنا چاہئے۔ کون سا کا کام اہم اور ضروری ہے۔ اس ضمن میں نماز، قرآن، اخلاقی کہانیوں کی کتابیں پڑھنے کی بھی تلقین کی جاسکتی ہے۔ بچوں کی تربیت میں یہ نکتہ ضروری ہے کہ ان کو صحت کے اصول بتائے جائیں۔ ناخن کاٹنے، دانت صاف کرنے، طہارت کرنے، صاف ستھرے لباس پہننے، اپنے اردگرد کی صفائی، نہانے دھونے، دوسرے بچوں کا احترام، جھوٹ، فریب، چغلی اور تشدد سے اجتناب کی تلقین کی جائے۔

بچوں کی تربیت میں یہ بھی ضروری ہے کہ بچوں کو اپنی ٹوٹی پھوٹی زبان میں اپنا مافی الضمیر ادا کرنے دیا جائے۔ بچوں کی باتوں کو توجہ سے سُنی جائے۔ نیز بچوں کو دوسروں کی باتیں بھی انہماک وتوجہ سے سُننے کے لیے ہدایت دی جائے۔ تاکہ اپنی باتیں سنانے والا خلل کا شکار نہ ہو۔ بچوں میں باہم مسابقت کرانا، اور انعام دینا دلچسپی کا باعث بنتا ہے۔ اگر گھر کے بزرگ قرآن میں مذکور واقعات کو تذکیر کے طور پر اور سیرت رسول وسیرت صحابہ اور اخلاقی کہانیوں کو اختصار کے ساتھ سُنائیں تو بچوں کی دینی معلومات میں بھی اضافہ ہوگا اور وہ بزرگوں کی شیریں گفتگو، انداز بیان اور ان کی مجلسوں سے محظوظ ہوں گے۔

بچوں کو کہانیاں سُنانا نہایت دلچسپ عمل ہے۔ بزرگوں کو یہ خیال رکھنا چاہئے کہ گھر میں موجود اپنے بچپن کی کتابیں یا ان کے والدین کے بچپن میں زیر استعمال رہ چکی کتابیں مل بیٹھ کر پڑھنے پڑھانے میں بڑا مزہ آتا ہے۔ بچے بھی اپنے دادا یا والد کی استعمال شدہ کتابیں، کاپیاں، ڈرائنگ، حل شدہ مشقوں (Exercises) کو دیکھ کر خوش ہوں گے۔ اپنے دادا، والد یا نانا کے ماضی کی اشیاء اور تجربات سے انہیں بھی تجربہ اور سبق ملے گا اور ان کی شخصیت کی تعمیر میں مددگار ثابت ہوگا۔

دور رہنے والے پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں:

پوتے، پوتیاں اور نواسے، نواسیاں کہیں بھی ہوں دُور، بہت دور یا نزدیک بہر حال دل کے پاس رہتے ہیں اور رہنی بھی چاہئے۔ مگر محبت کا جب تک اظہار نہ ہو وہ کسی کام کی نہیں۔ محبت کو چھپائے رکھنا پوتے، پوتیوں اور نواسے، نواسیوں کے ساتھ ظلم ہے۔ آج کے مشینی دور میں والدین اپنے بچوں کو بھرپور محبت نہیں دے پاتے۔ لیکن

گھر کے بزرگوں کے لیے فرصت کے اوقات حسین ہوتے ہیں کہ وہ اپنے پوتے پوتیوں یا نواسیوں کو بھر پور شفقت ومحبت اور بھر پور توجہ دیں اس کے ساتھ ہی اپنی زندگی کی تنہائی بھی دور کرسکیں گے۔ بہرحال یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی محبت کے اظہار کے لیے حالات، صحت، ماحول اور فاصلے کے مطابق تدابیر اختیار کریں۔ اپنی بزرگی اور مقام ومرتبہ کا احساس دلانے کے لیے بچوں پر رُعب ڈالنے کی ضرورت نہیں ہونی چاہئے۔ یہ اعلیٰ اخلاق کی مثال بھی نہیں ہوسکتی۔

بزرگوں کا سایہ باعث برکت ہے:

جو بچے اپنے بزرگ دادا، دادی اور نانا، نانی کی والہانہ محبت کے سایہ تلے پروان چڑھتے ہیں ایسے بچوں کی شخصیت میں نکھار آتا ہے۔ ذہنی استعداد میں بہتری آتی ہے۔ اور خاندان میں الفت ومحبت کے چراغ جلتے ہیں۔ ایسے بچے اپنے دَدھیال اور ننھیال کے مابین مضبوط پُل کا کام کرتے ہیں۔ آپسی اعتماد کی کڑی اور ایک دوسرے کی خوشی وغم میں برابر کے شریک بنتے ہیں۔ بچے خود بھی زندگی میں آگے بڑھنا سیکھتے ہیں اور کامیاب بن کر اُبھرتے ہیں۔

یہاں ایک دلچسپ واقعہ تحریر کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ میرے ایک شریک کار کی شادی اُنہی کے گاؤں میں ہوئی۔ سسرال بھی پڑوس میں ہی تھا۔ صاحب اولاد بھی ہوئے اور ان کے گھر اور سسرال کے بیچ ایک مکتب ہے۔ میرے شریک کار کا ننھا پہلوان اسی مکتب میں اُستاد کے آگے زانوئے ادب ٹیکنے لگا۔ چھٹی کی گھنٹی بجتے ہی من موجی پہلوان اپنے گھر آنے کے بجائے نانی کے گھر اپنی موجودگی کا احساس کرانے چلا جاتا اور کبھی اپنے گھر دادی کے پاس آکر یاد کیا ہوا سبق سُنانے لگتا۔ بے چاری ماں انتظار کی گھڑیاں گن کر اپنے میکے سے مستقبل کے درخشاں ستارے کو پکڑ لاتی اور کبھی نانا صاحب خود ہی صاحبزادہ کو ماں کے پاس پہنچا دیتے۔ یہ اتفاق ہی ہے کہ دادا، دادی بھی نیک، شفقت ومحبت کا نمونہ، ادھر نانا، نانی بھی نیک اور پیار ومحبت کی اعلیٰ مثال۔ دونوں خاندانوں میں رشتہ بھی مضبوط اور گہرا۔ چنانچہ رشتوں کی مٹھاس میں ننھا پہلوان آگے بڑھنے کا ہنر سیکھ رہا ہے اور اپنی شخصیت کی تعمیر میں دونوں رشتہ داروں کو حصہ دار بنا رہا ہے۔ بزرگ دادا، دادی اور نانا، نانی کا وجود، ان کی پیار بھری شفقت و محبت ننھے پہلوان کی عملی تربیت میں معاون بن کر تاریخ رقم کر رہے ہیں۔

بچیوں کی تربیت زیادہ توجہ چاہتی ہے:

بچیاں صنف نازک ہیں۔ ان کی جسمانی و ذہنی ساخت بالکل الگ ہے۔ ان کے رجحانات مختلف ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کی تعلیم وتربیت، رکھ رکھاؤ، بات چیت اور برتاؤ خصوصی توجہ چاہتا ہے۔ بچیاں قاہرانہ نظر نہیں بلکہ رحمت وشفقت کی نظر کی طلب گار ہوتی ہیں۔ اس ضمن میں بزرگ والدین، دادا دادی، نانا نانی، اپنی ذمہ داریاں سمجھیں اور بچیوں کی جائز پسند، عادات اور مزاج کا خیال رکھیں۔ اُن کے سر پر دست شفقت رکھیں اور ان کی لازمی ضروریات کی چیزیں خرید کردیں۔

بچے غلطیوں سے سیکھ کر با اعتماد بنتے ہیں:

بزرگوں کو چاہئے کہ بچہ کی غلطیوں پر مشفقانہ رویہ اختیار کریں۔ ناصحانہ انداز میں اس کی اصلاح کریں۔ غصہ یا جسمانی سزا اس کی اُفتادِ طبع کو روک نہیں سکتا۔ امریکہ کے سابق صدر تھیوڈور روز ویلٹ (1919-1858) نے کہا تھا: ”صرف وہی شخص کبھی غلطی نہیں کرتا جو کبھی کام نہیں کرتا“۔ غلطی کا ڈر ہمیں اکثر نئے کام کرنے سے روکتا ہے۔ بلکہ غلطیوں کو قبول کرنے سے معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔ اگر ہم بچوں کو محض غلطی کرنے کے ڈر سے ڈانٹتے رہیں گے تو آئندہ ڈانٹ کے ڈر سے صحیح کام میں بھی ہاتھ نہیں ڈالیں گے اور بچہ کی شخصیت سہمی سہمی سی رہے گی۔ ایسے بچے بڑے ہوکر بھی نئے کام سے خوف کھاتے رہیں گے۔ غرض کہ بچے اپنی غلطیوں سے سیکھ کر ہی اپنی شخصیت کو سنوارتے ہیں۔ زندگی میں آگے بڑھنے کا حوصلہ پاتے ہیں اور کامیاب بن کر اُبھرتے ہیں۔

بچوں کے سامنے بزرگوں کی خودستائی اور طعنہ زنی:

بچہ فطرت کے قریب ہوتا ہے اس کے سامنے شیخی بگھارنا یا جھوٹی باتیں کرنا یا دوسروں پر خود کو ترجیح دینا اپنی تعریف کے گُن گانا یا اپنے کسی کارنامہ کو نمک مرچ لگا کر پیش کرنا نامناسب عمل ہے۔ بچہ فطرت کے قریب ہونے کی وجہ سے سچ اور جھوٹ کا ادراک کرلیتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ اس کا اظہار کرنے سے ناواقف ہوتا ہے۔ اس لیے والدین، گارجین یا گھر کے بزرگوں کو خودنمائی اور خودستائی سے پرہیز کرنا چاہئے۔

بعض اوقات دادا دادی، کی طرف سے اس طرح کا جملہ کہ ”میرا بیٹا تو بہت اچھا تھا۔ جب سے تمہاری ماں آئی ہے۔۔۔۔۔“ سُن کر بچے ہرگز اپنے دادا دادی سے نہ اُنسیت محسوس کریں گے اور نہ ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے یہ الگ بات ہے کہ وہ دادا دادی کے احترام میں اپنی زبان نہ کھولیں مگر اپنی ماں کی توہین پر دل ہی دل میں چراغ پا ضرور ہوں گے۔

بچوں میں امتیازی سلوک نامناسب ہے:

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ دادا دادی، نانا نانی اپنے پوتے پوتیوں اور نواسے نواسیوں میں امتیاز برتتے ہیں ان کا فرمانا کہ یہ تو سب سے زیادہ ذہین اور عقل مند ہے یا فرماں بردار ہے۔ کبھی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ تو اپنے باپ یا ماں کی طرح ضدی اور نافرمان ہے۔ اپنی اولاد کے بچوں کیساتھ اس طرح کا معاندانہ اور تفریق کا رویہ سخت نا

انصافی ہے۔ بچوں میں سے بعض کی تعریف کرنا اور دوسرے بچوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنا اپنی حیثیت وعزت کو گرانے کے مترادف ہے۔ اس سے بچوں میں حاسدانہ اور رقیبانہ جذبات اُبھر سکتے ہیں۔ کسی ایک داماد یا بہو کی بے جا حمایت بھی بچوں کی نفسیات پر بُرے اثرات ڈالتی ہیں۔ جن گھروں میں ایک سے زیادہ بیٹے بیٹیاں پائے جاتے ہیں ان کے بچوں کے ساتھ بڑوں کا رویہ مساویانہ ہونا چاہئے جس بیٹے سے ماں باپ خوش ہوتے ہیں۔ اس کی بیوی بھی پیاری لگتی ہے اور اسی لحاظ سے اس کے بچے بھی دادا دادی کے دُلارے ہوتے ہیں۔ دوسری بہت سی بہوؤں میں سے کسی کے ساتھ امتیازی سلوک خاندان میں تفریق کا باعث بنتا ہے۔ بچے خاندانی سیاست کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ان میں آپسی رقابت بڑھ جاتی ہے۔ یہ رویہ غیر مناسب ہے۔

خاندان میں ''بہو'' اور ''داماد'' کا رشتہ نہایت حساس ہوتا ہے بلکہ یوں کہیں کہ بہو اور داماد کے ساتھ ''صبر'' کا رشتہ ہوتا ہے اور ان کے ذریعہ بچوں سے آپ کا رشتہ ''نسب'' کا ہوتا ہے۔ اس لیے اُن کے بارے میں حد درجہ احتیاط ضروری ہے تاکہ رشتوں میں کڑواہٹ نہ آئے۔ آج کی سوسائٹی میں حضرت ''داماد'' کی شخصیت نخرے دکھانے والی اور بیوی کے پیارے رشتوں کو پامال کرنے والی (الا ماشاء اللہ) ہوتی ہے۔ مشترکہ خاندان میں ایک جانب داماد کی حد درجہ اہمیت وعزت اور دوسری جانب بہو کے بنیادی حقوق کی پامالی۔ یہ افراط وتفریط ہماری آج کی سوسائٹی میں بہت سے مسائل کی جڑ ہے۔ ساس اور سسر کے مقام کو پہنچ جانا ایک انتہائی اہم معاملہ ہے۔ اس وقت نفسیات بدل جاتی ہیں۔ اُمیدیں بڑھ جاتی ہیں۔ اپنی رائے پر اصرار، ضد اور حکم چلانے کا جذبہ بڑھ جاتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں انسانوں کے اندرونی روپ، باطنی رویے اور ظرف کی پہنچان ہوتی ہے۔ گھر کی بہو کو جو ماحول میسر ہوتا ہے۔ جن خوشگوار یا تلخ حالات کا وہ سامنا کرتی ہے، افراد خاندان کی مختلف طبیعتوں کے ساتھ اسے نباہ کرنا پڑتا ہے اور جتنی عزت نفس کے ساتھ وہ اپنے بچہ کو کوکھ میں آبیاری کرتی ہے۔ اپنے والدین اور اپنے رشتہ داروں میں تحقیر اور انہیں کم تر جاننے کا بوجھ برداشت کرتی ہے ان تمام منفی باتوں کا اثر پیٹ میں پل رہے بچہ پر پڑتا ہے اور وہ ان سب اثرات کو لے کر دنیا میں آتا ہے جو آئندہ کی نسل پر سراسر ظلم ہے۔

خاندان کے بزرگوں کے لیے چند مفید مشورے اور ہدایات:

خاندان کے اکثر بزرگ (الا ماشاءاللہ) اس بات سے مکمل طور پر بے خبر ہوتے ہیں کہ وہ اپنا وقت کس طرح گذار رہے ہوتے ہیں۔ دوسرے بزرگوں کے پاس بیٹھ کر لایعنی گفتگو کرنا، ایک دوسرے کی غیبت کرنا اور اپنا وقت بے مقصد گزارنا انتہائی تکلیف دہ ہوتا ہے۔ گھر کے بچے بزرگوں کو دیکھ کر تضیع اوقات کے شکار ہو جاتے ہیں۔ چند سادی سی مشق آپ کو بے مقصد کاموں سے نجات دلانے میں مددگار ثابت ہوگی۔ اس کا مثبت عکس گھر کے نوخیز بچوں پر یہاں تک کہ ذرا سینئر بچوں پر بھی پڑے گا۔

۱- اپنا اردگرد، صاف ستھرا اور چیزیں سلیقے سے رکھیں۔ بکھری ہوئی چیزیں، گھر کے سامان یا علمی کتابیں اور لباس آپ کی توجہ بھٹکاتے ہیں۔ چیزوں کو صحیح اور منظّم رکھنے سے چیزیں کھونے کا امکان بھی کم ہوتا ہے۔ اور بچے بھی غیر شعوری طور پر تربیت یافتہ بن جاتے ہیں۔ ان چیزوں کو تلاش کرنے میں وقت بھی ضائع ہوتا ہے۔

۲- اپنے ضروری کاموں اور سرگرمیوں کا شیڈول مرتب کریں جس میں انہیں پہلے کرنے کو ترجیح دی جائے۔ ضروری اور اہم کاموں کو صبح سویرے انجام دیں کیونکہ دن کے آغاز میں آپ تازہ دم اور توانائی سے بھرپور ہوتے ہیں۔ کم ضروری کام فارغ اوقات میں کرنے کی عادت ڈالیں۔

۳- صبح سویرے نماز فجر کے بعد تلاوت قرآن سے دن کا آغاز کریں اور اللہ سے تعلق جوڑیں۔ صبح کا وقت ایسا ہوتا ہے جب غیر ضروری مداخلت کا امکان بھی نہیں ہوتا۔ بچے آپ کے وقت کی منصوبہ بندی (ٹائم پلاننگ) سے متاثر ہوں گے اور وہ بھی اس کا خوگر بنیں گے۔

۴- خاندان کے کچھ بزرگ اپنے اوپر ڈھیر ساری ذمہ داریاں لے لیتے ہیں۔ یہ کام ''کل'' کرلیں گے کی عادت ڈال لیتے ہیں۔ اس عادت کو فوراً ترک کرنے کی ضرورت ہے۔ بچوں پر اس کا منفی اثر پڑتا ہے۔

۵- بچوں کو ٹیلی ویژن سے دور رکھیں یا کم سے کم دیکھنے دیں۔ پروگرامس کے چینل بھی مثبت، تعمیری اور اخلاقی ہونے چاہئیں۔ گھروں میں ایسے اخبارات اور میگزین کی آمد پر پابندی لگائیں جو عریانیت، فحاشی اور لغویات سے پُر ہوتے ہیں۔ ایسا کرنے سے جہاں گھر کے چھوٹے بچوں ونوخیز نسلوں کا ماحول درست ہوگا وہیں اخبارات کو بھی سوچنا پڑے گا کہ فحش مواد کی اشاعت کے سبب ان کے اخبار کے سرکولیشن میں کمی آئی ہے۔

۶- گھر کے بزرگوں کو خود بھی با اخلاق، شائستہ اور حسن سلوک کا علمبردار ہونا چاہئے۔ جن کی طرف بچوں کی نگاہیں اُٹھیں تو اُن کے حسن سلوک سے خیرہ ہو جائیں۔ بزرگوں کو خوش طبع، خوش رو اور نرم دل ہونا چاہئے۔

۷- بزرگوں کو یہ بھی چاہئے کہ بچوں کے دلوں میں سچائی کی فضیلت واہمیت کی تخم ریزی کریں اور جھوٹ سے پرہیز کرائیں۔

۸- بچوں کو شروع سے ہی یہ سکھانا ضروری ہے کہ وہ اپنے بزرگوں کے لیے دعا گو رہیں یعنی دعائے مغفرت کیا کریں۔

۹- بزرگوں کا بچوں کے ساتھ رحمدلی اور نرمی سے پیش آنا اُن کے لیے صدقۂ جاریہ ہوگا۔ وہ اللہ کے قریب ہوں گے اور اپنی عاقبت کا سامان بھی اکٹھا کریں گے۔

☆☆☆

طب و صحت

ڈاکٹر ایم این بیگ
پوسٹ بکس ۱۸، ٹونک-304001
فون:01432-244018
موبائل:09460805389

کان بہنا

(علاج میں تاخیر غیر مناسب بھی اور خطرناک بھی)

کان سے رقیق مواد، خون آمیز پانی، پیپ وغیرہ خارج ہو تو اس کو کان بہنا کہا جاتا ہے، کان کے امراض کا شکار کوئی بھی ہوسکتا ہے، لیکن بچوں، بوڑھوں، کمزور افراد اور میعادی بخار میں مبتلا مریض، ان امراضِ گوش (کان) سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں، تیراکوں میں بھی ان کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔

اسباب: کان بہنے کا سبب کسی بھی قسم کا جراثیمی، وائیرل اور پھپھوندی Fungal تعدیہ Infection ہوسکتا ہے، یہ بیماری پیدائشی نہیں ہوتی لیکن اس کے بہت سے اسباب ہوسکتے ہیں۔

باہری کان میں چوٹ لگنے، پھوڑا پھُنسی ہونے یا پھپھوندی لگنے سے کان بہنے لگتا ہے۔

(واضح رہے کہ کان ۳ حصوں میں منقسم ہوتا ہے۔(۱) باہری حصہ (۲) درمیانی حصہ (۳) اندرونی حصہ)

شیر خوار بچے کو ٹھیک ڈھنگ سے نہ لٹا کر، دودھ پلانے کے باعث کان کے درمیانی حصے میں ورم وغیرہ آجاتا ہے جس کی وجہ سے کان بہنے لگتا ہے۔

زیادہ تر خواتین بچوں کو کروٹ لٹا کر دودھ پلاتی ہیں، اسوجہ سے کبھی کبھی دودھ بچے کے کان کے درمیانی حصے میں چلا جاتا ہے، یہ اگر چہ بہت کم مقدار میں ہوتا ہے لیکن رفتہ رفتہ یہ معمولی اور کم مقدار بھی اپنی سڑاند (یہ وہاں سڑ جاتا ہے، بدبودار ہوجاتا ہے) کے باعث پہلے تو ورم پیدا کرتا ہے پھر زخم ہو کر پیپ خارج ہونے لگتی ہے۔

وضاحت: کان کا ننھا سا سوراخ حلق میں بھی کھلتا ہے، اسی سوراخ سے دودھ کے قطرے اتفاقاً کان میں پہنچ جاتے ہیں۔

☆ کن پھیڑ Mumps ☆ ٹانسیلائٹس ☆ الرجی ☆ دانتوں کی خرابی ☆ ٹائیفائڈ وغیرہ وغیرہ کی وجہ سے بھی کان بہنے لگتا ہے۔

پیچیدگیاں: کان کا پردہ پھٹنے سے نہ صرف یہ کہ پردے میں مستقل طور پر سوراخ ہوجاتا ہے بلکہ کان کے درمیانی حصے کی ہڈی بھی متاثر ہوجاتی ہے۔

کان اور دماغ کے درمیان ایک پتلی سی ہڈی ہوتی ہے، جب پردے کے کنارے پر سوراخ ہوجاتا ہے تو انفکشن رفتہ رفتہ دماغ کے اندر پہونچ جاتا ہے، اور مغز (بھیجہ) کو بھی متاثر کردیتا ہے، اس میں ورم ہوجاتا ہے، لقوہ ہوسکتا ہے، چکر آنے لگتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

علاج: مریض اور مرض کی کیفیت کو دیکھ کر ہی علاج کا آغاز کیا جاتا ہے، اگر ٹانسل کی وجہ سے ہو تو اس کا علاج کیا جاتا ہے، ادویہ سے علاج نہ ہوسکے تو ٹانسل بذریعہ آپریشن نکال دیئے جاتے ہیں اور Ear Drops گولیوں اور کیپسولوں یا انجکشنوں کے ذریعہ مواد کو خشک کردیا جاتا ہے۔

کان کے پردے میں سوراخ ہو تو اس کو آپریشن کے ذریعہ ٹھیک کردیا جاتا ہے۔ اگر دماغ تک اثرات پہنچ گئے ہوں تو دماغی امراض کے خصوصی معالج سے رجوع کرنا ضروری ہے، مختصر یہ ہے کہ اسباب کے مطابق علاج کیا جاتا ہے۔

اگر کان بہت معمولی طور پر بہتا ہو، مرض چند روز پرانا ہی ہو اور کان کے باہری حصے کے اردگرد سوجن نہ ہو تو مندرجہ ذیل قطور Ear Drops میں سے کسی ایک کا استعمال کریں، لیکن صبح و شام صاف روئی کی پھریری سے مواد صاف کرلیا کریں،

ضروری: اگر چند روز تک Drops ڈالنے سے فائدہ نہ ہو تو E.N.T. کے خصوصی ڈاکٹر (اسپیشلسٹ) سے رجوع کریں۔

EAR DROPS

☆Genoptic ☆ سونی مائی سن Sonimycin ☆ کلورومائی سے ٹن Chloromycetin ☆ کالی مکس ڈی Colimyx-D ☆ سپرومیکس Cipromax ☆ این ٹیرومائی سے ٹن Enteromycetin ☆ سپ روڈپ Ciprodip ☆ سیفلاکس ڈی Ceflox-D

ان ڈراپس کے علاوہ:

۱- کیپ سول اموکسی سلن Capsule Amoxicillin 250 mg.
۲- گولی راکسڈ Tablet Roxid
۳- گولی بیکٹرم ڈی،ایس Tablet Bactrim D.S.

مقدار خوراک: ۱- صبح، دوپہر، شام، رات کو پانی سے لیں۔
۲- ایک گولی صبح اور ایک گولی شام کو پانی سے لیں۔
۳- دن بھر میں ایک گولی لیں۔

نوٹ: ☆ تینوں ادویہ میں سے کوئی ایک دوا استعمال کریں۔

☆ بچوں کے لیے ان ادویہ کے سیرپ بازار میں دستیاب ہیں، مقدار خوراک مطابق عمر، شیشی پر چسپاں لیبل پر چھپی ہوئی ہوتی ہے۔

☆ درد ہو تو گولی پیراسیٹامول Tablet Paracetamol ایک صبح، ایک دوپہر، ایک شام کو لیں۔

☆ بچوں کے لیے سیرپ دستیاب ہے۔

☆☆☆

امیر محترم فضیلۃ الشیخ اصغر علی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ کی مکہ مکرمہ میں منعقدہ عالمی کانفرنس برائے وحدت امت میں شرکت: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر فضیلۃ الشیخ اصغر علی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ نے مورخہ ۱۲-۱۳/دسمبر ۲۰۱۸ء کو مکہ مکرمہ میں منعقد ہوئی عالمی کانفرنس برائے وحدت امت میں شرکت فرمائی۔ دو روز تک جاری رہنے والی اس کانفرنس میں دنیا کے ۱۲۷ ملکوں سے ۱۲۰۰ سے زائد مندوبین شریک ہوئے۔ وطن عزیز ہندوستان سے بھی امیر محترم کے علاوہ مولانا ارشد مدنی، سید احمد بخاری، مولانا علی اختر مکی، ڈاکٹر آر کے نور محمد مدنی وغیرہم نے شرکت کی۔ اس کانفرنس میں اتحاد امت اور انسانی بھائی چارہ اور امن وشانتی کے قیام کے سلسلے میں قراردادیں اور تجاویز پاس ہوئیں۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند ہر اس پروگرام میں شرکت کو باعث سعادت سمجھتی ہے جس میں اتحاد واتفاق اور امن ویکجہتی جیسے موضوعات پر گفتگو ہوتی ہے۔ (ادارہ)

جماعتی خبریں

کولکاتہ میں ایک روزہ دینی واصلاحی پروگرام کا انعقاد اور امیر محترم فضیلۃ الشیخ اصغر علی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ کا صدارتی خطاب: مقامی جمعیت اہل حدیث کولوٹولہ کے تعاون سے شہری جمعیت اہل حدیث کولکاتا ومضافات کی زیر نگرانی ایک روزہ دینی، اصلاحی اور دعوتی پروگرام نہایت تزک واحتشام کے ساتھ زکریا اسٹریٹ میں ۲/دسمبر ۲۰۱۸ء کو منعقد ہوا، جو تین نشستوں پر مشتمل تھا، پہلی نشست چار بجے شروع ہوئی جس میں جامعۃ الہدی الاسلامیہ والہدی انٹرنیشنل اسکول کے طلبہ نے انگلش، عربی اور اردو زبانوں میں تقریروں کے ساتھ حدیث رسول ﷺ مع انگلش واردو ترجمہ پیش کیا، جبکہ دوسری نشست کا آغاز بعد نماز مغرب مولانا محمد اسحٰق مدنی امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث مغربی بنگال کی زیر صدارت طالب فرحان عالم کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، طالب توفیق عالم نے نعت نبی ﷺ پیش کی، پھر علماء کی خطابت کا سلسلہ شروع ہوا جس میں مولانا اعزاز الرحمٰن مدنی نے ''اتباع سنت، اہمیت اور تقاضے'' اور مولانا محمد معروف سلفی نے ''اولاد کی تربیت'' کے عناوین پر خطاب کیا۔ نشست کے اخیر میں مولانا اسحاق مدنی کا صدارتی خطاب ہوا، پھر عشاء کی نماز کے بعد تیسری نشست کا آغاز طالب عبداللہ ابراہیم کی تلاوت سے ہوا، طالب مرتضی اسلام نے نعت نبی ﷺ نے پیش کیا، مولانا ذکی احمد مدنی نے سیرت رسول کی روشنی میں ''اخلاق حسنہ'' پر پرمغز خطاب کیا، جس میں انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے اعلی اخلاق حسنہ کے نمونے، حلم وبردباری، صبر وتحمل، سخاوت وفیاضی اور شجاعت وقناعت کو مثالوں سے مفصل انداز میں بیان کیا، شہر بنگلور سے تشریف لائے مولانا عبدالحسیب مدنی نے ''خواتین کے حقوق'' کو بیان کرتے ہوئے کہا اسلام نے عورتوں کو ہر طرح کے حقوق سے نوازا ہے اور ان پر ہو رہے ظلم کی تمام شکلوں کی بیخ کنی کی ہے۔ پروگرام کے اخیر میں امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، فضیلۃ الشیخ مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی مدنی نے اپنے صدارتی خطاب میں غیر مسلموں کے ساتھ آپ ﷺ کے حسن سلوک کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ نبی ﷺ سب کے ہیں، سب کے لئے آئے ہیں، آپ ﷺ نے سب کے ساتھ حسن سلوک کیا ہے، آپ کے پیغام کو ساری دنیا تک پہونچانے کی ضرورت ہے۔ واضح رہے کہ اس پروگرام کی نظامت شیخ عالمگیر تابش تیمی نے کی، اس پروگرام میں مقامی جمعیات کے لوگ، عوام الناس اور جامعہ الہدی الاسلامیہ کے طلبہ اور اساتذہ کی ایک کثیر تعداد نے شرکت کی، یہ پروگرام بہت کامیاب رہا۔ (تابش تیمی)

پریم نگر میرٹھ میں اجلاس عام کا انعقاد: آج بتاریخ ۱۶/دسمبر ۲۰۱۸ء بروز اتوار بعد نماز مغرب مسجد اہل حدیث کریم نگر میرٹھ میں اجلاس عام منعقد ہوا جس کی صدارت فضیلۃ الشیخ محمد ہارون سنابلی ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے فرمائی۔ اجلاس میں مولانا محمد نعیم مبارکپوری نے ''عقیدۂ توحید کے تقاضے'' مولانا محمد عامر ریاضی نے ''تعلیم کی اہمیت اور ضرورت'' کے عنوان سے خطاب فرمایا، مولانا امراللہ فیضی نے ''سیرت النبی'' کے موضوع پر روشنی ڈالی، مولانا محمد راشد اثری ناظم ضلعی جمعیت اہل حدیث میرٹھ نے ''اصلاح معاشرہ'' کے عنوان سے خطاب فرمایا۔ اخیر میں صدارتی خطاب مولانا محمد ہارون سنابلی کا ہوا، ناظم عمومی نے ''اسلام امن وسلامتی کا دین ہے'' کے عنوان سے خطاب فرمایا۔ آپ نے کہا، دین اسلام امن وشانتی پیار اور محبت کی بات کرتا ہے۔ اسلام اور مسلمانوں سے دہشت گردی کا کوئی تعلق نہیں۔ اجلاس عام میں میرٹھ شہر کے مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والے افراد جماعت نے شرکت فرمائی ثمر کالونی، مدینہ کالونی، شکور نگر، خندق بازار، احمد نگر ذاکر کالونی، شاہ پیر گیٹ، گھنٹہ گھر اور دوسرے علاقوں سے افراد جماعت نے کثیر تعداد میں شرکت فرمائی۔ (محمد امجد متولی مسجد اہل حدیث کریم نگر میرٹھ مغربی یوپی)

محترم ناظم عمومی مولانا محمد ہارون سنابلی حفظہ اللہ کا دورہ حیدرآباد: شہری جمعیت اہل حدیث حیدرآباد وسکندرآباد وصوبائی جمعیت اہل حدیث تلنگانہ وذمہ داران مسجد توحید کی دعوت پر

۲۱دسمبر ۲۰۱۸ء بروز جمعہ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند مولانا محمد ہارون سنابلی حیدرآباد تشریف لائے صبح دس بجے ناظم اعلیٰ شیخ سید محمد حسین مدنی صاحب اور خازن محمد فیروز صاحب نے ایرپورٹ پر ناظم عمومی کا استقبال کیا، کچھ ہی دیر کے بعد مسجد توحید کے ذمہ داران محترم عبدالسمیع صاحب، محترم غوری صاحب محترم عبدالقدیر صاحب نائب ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث تلنگانہ بھی استقبال کے لئے پہنچ گئے اور قافلہ سلیم صاحب کے دولت کدہ پر پہنچا وہاں صوبائی وضلعی ذمہ داران واحباب جمعیت خصوصا امیر مولانا سید محمد آصف عمری، ناظم اعلیٰ مولانا سید حسین مدنی، خازن محمد فیروز خان، سابق ذمہ داران مولانا عبدالرحیم مکی، حافظ عبدالقیوم صاحب موجودہ نائب امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہندوسابق ناظم اعلیٰ وخازن عالی جناب عبدالوحید صاحب، شیخ صفی احمد مدنی صاحب، مولانا شفیق عالم صاحب امیر شہری جمعیت اہل حدیث حیدرآباد، مولانا محمد لیاقت صاحب، مولانا عبدالقدیر صاحب اور دیگر ذمہ داران موجود رہے۔ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند مولانا محمد ہارون سنابلی نے''اصلاح معاشرہ'' کےعنوان سے خطاب کیا بعدازاں مسجد توحید پہنچے جہاں ناظم عمومی کا''تقوی وپرہیزگاری کی اہمیت اورضرورت'' پردل پذیر خطبہ جمعہ ہوا، بعدنماز جمعہ احباب جماعت کی کثیر تعداد ملاقات کے لیے مسجد میں بیٹھی رہی۔ ناظم عمومی نے احباب جماعت سے ملاقاتیں کیں اور سوالات کے تشفی بخش جوابات دیےاس کے بعد سلیم محمدی شنکرنگری کے دولت کدہ پر ظہرانہ اور عبدالسمیع صاحب کے مکان پر قدر قیلولہ کے بعد شہری جمعیت اہل حدیث حیدرآباد وسکندرآباد کے تہنیتی ودعوتی پروگرام میں شرکت کے لیے مسجد لنگرحوض کی طرف قافلہ نے کوچ کیا۔شہری جمعیت اہل حدیث حیدرآباد وسکندرآباد کی جانب سے سابق ذمہ داران مولانا صفی مدنی مولانا عبدالرحمٰن فاروقی مولانا عبدالحکیم صاحب مولانا نعیم الرحمٰن صاحب مولانا عبدالرحمٰن ندوی مولانا نصیراحمد صاحب کی تکریم کی گئی۔

عشائیہ کے بعد قافلہ محترم شریف یمانی صاحب کے دولت کدہ پہنچا۔رات ناظم عمومی نے وہیں قیام فرمایا، صبح یمانی صاحب کے تعلیمی اداروں کا دورہ ہوا، اساتذہ سے بہت سارے امور پرتبادلہ خیال ہوا۔ ناظم عمومی نے طالبات سے سوالات کیے، بچیوں نے برجستہ جوابات دیئے اس کے بعد جامعہ دارالفرقان کا رخ ہوا، وہاں جامعہ کے صدر جناب عبدالوحید صاحب جانی اور فضیلۃ الشیخ طٰہٰ سعید صاحب اور دیگر ذمہ داران نے ناظم عمومی اور نائب امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند حافظ عبدالقیوم صاحب کا استقبال کیا۔ جماعتی اور دیگر امور پر تبادلہ خیال ہوا۔ وہاں سے ناظم عمومی صوبائی جمعیت اہل حدیث تلنگانہ کے آفس پہنچے جہاں ناظم اعلیٰ شیخ محمد حسین مدنی صاحب اور خازن محمد فیروز خاں نے استقبال کیا ذمہ داران صوبائی جمعیت کے ساتھ ظہرانہ ہوا پھر نماز عصر اداء کی گئی اس کے بعد صوبائی جمعیت اہل حدیث تلنگانہ کے امیر محترم، ان کے نائبین، ناظم اعلیٰ اوران کے نائبین، خازن کے ساتھ میٹنگ ہوئی بہت سے امور پر تبادلہ خیال ہوا۔ ناظم عمومی نے ہدایات دیں اسی دوران شیخ طٰہٰ سعید خالد مدنی حفظہ اللہ امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث اڑیسہ بھی تشریف لے آئے ان سے بھی استفادہ کیا گیا اسی دوران اذان مغرب ہوگئی نماز مغرب اداء کی گئی پھر ذمہ داران صوبائی جمعیت اہل حدیث تلنگانہ، شہری جمعیت اہل حدیث حیدرآباد واحباب جماعت وجمعیت سلام دعا دیتے ہوئے جلدی آنے کا بھروسہ دلا کر دہلی تشریف لے گئے اللہ تعالیٰ ان کے سفر کو آسان بنانے ان سے جمعیت وجماعت کا خوب خوب کام لے۔آمین (سمیع اللہ مسجد توحید حیدرآباد وسکندرآباد)

محترم ناظم عمومی حفظہ اللہ کا دورہ بنگال اور ضلع اتر دیناجپور میں جمعیت کے صدر دفتر کا قیام: مورخہ ۱۴/دسمبر ۲۰۱۸ء بروز جمعہ بمقام اتر دیناجپور مغربی بنگال فضیلۃ الشیخ محمد ہارون سنابلی/ حفظہ اللہ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی آمد باسعادت ہوئی جس سے پورے علاقے میں خوشی ومسرت اور لوگوں میں جمعیت وجماعت کے لئے جوش وولولے کی لہر دوڑ گئی۔

تقریباً سواتین بجے دن باگڈوگرا ئرپورٹ میں شیخ مطیع الرحمٰن شیث محمد المدنی چیئرمین الہدی ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ بورڈ اور شیخ مرشد المدنی (پرنسپل جامعہ مطلع العلوم کھاڑی گوپال پور اتر دیناجپور) نے ناظم عمومی حفظہ اللہ کا پرجوش استقبال کیا۔

شیڈول کے مطابق سب سے پہلے یہ مختصر سا قافلہ جامعہ مطلع العلوم کھاڑی گوپال پور پہنچا وہاں سالانہ عظیم الشان کانفرنس میں ناظم عمومی صاحب مہمان خصوصی کی حیثیت سے مدعو تھے۔ رات کے اجلاس میں ناظم صاحب کا عام خطاب ہوا جس سے ایک بڑی تعداد نے استفادہ کیا۔اس اجلاس عام میں شیخ محمد رضوان السّلفی (امیر ضلعی جمعیت اہل حدیث پورینہ) نیز جناب محمد سجاد حسین صاحب ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث مغربی بنگال وجناب محمد غیاث الدین ریاضی صاحب امیر ضلعی جمعیت اہل حدیث اتر دیناجپور شامل تھے۔

۱۵/دسمبر ۲۰۱۸ء کو ناظم صاحب نے مختلف ادارے اور مختلف علاقے کا دورہ کیا۔ یقیناً جمعیت وجماعت کے لئے یہ ایک کامیاب دورہ تھا۔ پھر شیخ محترم کی تشریف آوری دوموہنا کی سرزمین ہوئی جہاں جمعیت اہل حدیث کے ضلعی صدر دفتر برائے ضلع اتر دیناجپور مغربی بنگال کا افتتاح ناظم صاحب کے ہاتھ سے ہونا تھا۔ چنانچہ یہ عمل بحسن وخوبی پایہ تکمیل کو پہنچا، اس موقع پر موصوف نے اتحاد واتفاق کے موضوع پر خطاب فرمایا اور ضلعی جمعیت کے تمام لوگوں کو آپس میں جذبہ تعاون اور اخلاص کے ساتھ کام کرنے کے لئے نصیحت کی۔ شیخ مطیع الرحمٰن المدنی حفظہ اللہ نے سپاس نامہ وتاثرات میں اہم ضرورت کی طرف توجہ دلائی کہ مغربی بنگال میں تناسب

کے اعتبار سے پورے ہندوستان میں سب سے زیادہ اہل حدیث ہیں مگر یہاں ریاستی پیمانہ پر کوئی معقول ادارہ قائم نہیں ہے جیسا کہ دہلی میں جامعہ اسلامیہ سنابل، مہاراشٹر میں جامعہ محمدیہ مالیگاؤں، بہار میں جامعۃ الامام بخاری کشن گنج اور جامعہ ابن تیمیہ چمپارن جامعہ اصلاح المسلمین پٹنہ جیسے مؤقر ادارے قائم ہیں۔

اس پروگرام میں شیخ محمد سجاد حسین عالیاوی حفظہ اللہ ناظم اعلیٰ صوبائی جمعیت اہل حدیث مغربی بنگال نے بھی خطاب کیا اور ضلع اتر دیناجپور میں ضلعی جمعیت اہل حدیث کے اس صدر دفتر کے قیام وافتتاح کو خوب خوب سراہا، اس کے لئے ترقی کی دعا کی اور ذمہ داران کو نظم وضبط کے ساتھ کام کرنے کی تلقین کی۔ اس کے بعد شیخ عبدالمجید فیضی، شیخ غیاث الدین ریاضی، شیخ مرشد المدنی، شیخ عزیز الرحمٰن بخاری، شیخ افضل حسین محمدی وغیرہم حفظہم اللہ نے اپنے اپنے تاثرات پیش کئے۔ نظامت کے فرائض شیخ علی آزاد مدنی حفظہ اللہ نے انجام دیئے۔ اس پروگرام میں شیخ شیث محمد السّلفی ، شیخ ابوالقاسم سلفی، شیخ مفیض الدین البخاری، شیخ نوشاد عالم، برادرم ہارون صاحب خازن ضلعی جمعیت اہل حدیث اتر دیناجپور، شیخ حسیب الرحمٰن الفیضی شیخ قاری امیر الاسلام، برادرم محمد فیصل بن غیاث الدین صاحبان وغیرہم موجود تھے۔

ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند محمد ہارون سنابلی صاحب کے اس دورۂ شمالی مغربی بنگال میں ہدی ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ بوڑیہان ضلع اتر دیناجپور کا معائنہ بھی خصوصی طور پر شامل تھا۔ الحمد للہ ناظم صاحب نے ٹرسٹ ہذا کے زیر اہتمام چلنے تینوں ادارے جامعہ المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا للبنات، جامعۃ الامام الالبانی للبنین اور الہدی برائٹ مشن (اسکول) کو شرف زیارت سے نوازا۔ موصوف نے طلبہ وطالبات کے جم غفیر میں خشیت الٰہی اور تقوی کے موضوع پر نصیحت آمیز خطاب فرمایا۔ الحمد للہ ٹرسٹ ہذا کے ماتحت تینوں اداروں کے طلباء وطالبات کی مجموعی تعداد ۱۱۳۲ کو دیکھ کر موصوف بہت زیادہ مسرور وشاداں ہوئے اور کافی دعائیں دیں۔ (صدر دفتر جمعیت اہل حدیث اتر دیناجپور مغربی بنگال مفیض الدین البخاری پرنسپل جامعہ الامام الالبانی اتر دیناجپور)

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ناظم مالیات الحاج وکیل پرویز صاحب کو صدمہ: یہ خبر نہایت رنج وغم اور افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ناظم مالیات الحاج وکیل پرویز صاحب کی بڑی ہمشیرہ کا مورخہ ۲۵ر دسمبر ۲۰۱۸ء کو آبائی وطن ناگپور مہاراشٹر میں بعمر چھیاسی سال انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور اسی روز بعد نماز مغرب ان کی تجہیز وتکفین عمل میں آئی۔

مرحومہ صوم وصلوۃ کی پابند تھیں، صلوۃ جمعہ وتراویح کے لیے مسجد جاتی تھیں۔ جماعت وجمعیت کے کاموں میں پیش پیش رہتی تھیں۔ اور تعاون کرتی رہتی تھیں۔ خواتین میں دعوت واصلاح کا کام بھی انجام دیتی رہتی تھیں۔ پسماندگان میں شوہر، تین بیٹے، ایک بیٹی اور متعدد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی صاحب، ناظم عمومی مولانا محمد ہارون سنابلی صاحب ودیگر ذمہ داران وکارکنان نے مرحومہ کے انتقال پر گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے، ناظم مالیات الحاج وکیل پرویز صاحب اور مرحومہ کے پسماندگان سے قلبی تعزیت کی ہے اور ان کے غم میں برابر شریک ہونے کے ساتھ ساتھ دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ جنت الفردوس کی مکین بنائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ ناظم مالیات صاحب کی دوسری ہمشیرہ بھی شدید علیل ہیں۔ ان کے لئے دعائے صحت کی اپیل ہے۔ (ادارہ)

☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۲۳ کا)

کرکے نہ پھیلائیں اور اگر کوئی ایسی خبر جس کا تعلق ملک وملت کی سلامتی سے ہے تو فوری طور پر ارباب حل وعقد کو مطلع کرکے افواہوں کی روک تھام اور ملک وملت کی سلامتی کے معاملات میں ان کے ساتھ پورا پورا تعاون کریں۔

افواہوں کی روک تھام میں حکومت کا کردار بھی بہت اہم ہے۔ خاص طور پر نشر واشاعت کے وہ ادارے جو حکومت کی زیر نگرانی کام کررہے ہیں۔ مثلا ریڈیو یا ٹیلی ویژن پرنٹ میڈیا، الکٹرانک میڈیا، سوشل میڈیا وغیرہ۔ اس سلسلہ میں سب سے اہم کام یہ کرنا ہوگا کہ یہ ادارے عوام میں اپنا اعتماد پیدا کریں تاکہ لوگ ان اداروں کی مہیا کردہ اطلاعات پر بھروسہ کرسکیں۔ یہ ادارے کردار سازی کا کام کریں، کردار کشی کے لیے استعمال نہ ہوں۔ ان اداروں پر اعتماد بحال ہونے سے افواہ سازوں کی حوصلہ شکنی ہوگی۔

ہماری ملکی اور ملی صحافت پر بھی بھاری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ہمارے بعض اخبارات کا طرز عمل تو بہت ہی غیر محتاط ہوتا ہے، وہ غیر مصدقہ اور بے بنیاد خبریں شائع کرکے معاشرہ اور مملکت دونوں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ اخبارات کو چاہئے کہ وہ ایسی خبریں جن کا براہ راست اثر ملک وملت پر پڑتا ہو، جن سے ہمارے ملی ادارے متاثر ہوتے ہوں یا افراد کے کردار پر ان کا اثر پڑتا ہو، بلاتحقیق شائع نہ کیا کریں بلکہ اچھی طرح چھان بین کرکے پورا اطمینان کرلینے کے بعد بھی یہ جائزہ لیں کہ کیا اسے شائع کرنا چاہئے یا نہیں؟ انہیں صرف ایسی چیزوں کی اشاعت کرنا چاہئے جن کی اشاعت واقعی ضروری ہو اور ان کی اشاعت سے منفی اثرات معاشرہ میں نہ پیدا ہوتے ہوں۔ اگر ہمارے اخبارات ان آیاتِ قرآنی اور احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں ایک ضابطۂ اخلاق وعمل طے کرلیں تو یقیناً مثبت اور صحت مند صحافت بھی افواہ سازی کے خلاف اپنا کردار ادا کرسکے گی۔

☆☆☆